جلد نمبر 1 | اگست 2010ء | شمارہ 8

قیمت فی شمارہ -/20 روپے
سالانہ زرتعاون
-/240 روپے

www.islahunnisa.com
islahunnisa@gmail.com

خط وکتابت
دفتر ماہنامہ بنات اہلسنت
بالمقابل جامعہ حقانیہ نزد پیکجز فیکٹری قینچی امرسدھو لاہور
042 36185019

ایک نظر میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''تبٰرک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کل شئ قدیر o

نہایت برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر: ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے لاعلمی میں کسی قبر پر خیمہ لگایا اس نے سنا کہ کسی شخص نے سورۃ تبارک الذی کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ مکمل سورۃ پڑھ لی۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ واقعہ بتایا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ سورۃ ''مانعہ'' ہے ''منجیہ'' ہے۔ اپنے پڑھنے والوں کو عذابِ قبر سے نجات دلاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف ہے کہ اسی زمینی قبر میں گناہ گار اور کفار وغیرہ کو عذاب ہوتا ہے اور نیک لوگوں کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ آج کل بعض عقل پرست لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ عذاب نظر نہیں آتا، اس لیے وہ اس قبر کے ہونے کی بھی نفی کرتے ہیں اور اس میں عذاب وراحت وغیرہ کی بھی بڑی شدّ ومد سے تردید کرتے ہیں۔

ان لوگوں کا یہ نظریہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نظریات کے بالکل متصادم اور خلاف ہے۔

لہذا اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔ اللہ ہم سب کو اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد ونظریات پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ان سب لوگوں کو...... جو اہل السنۃ والجماعۃ کے نظریات کے خلاف نظریے رکھتے ہیں...... ہدایت عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اغتنم خمسا قبل خمس شبابک قبل هرمک وصحتک قبل سقمک وغناک قبل فقرک وفراغک قبل شغلک وحیوتک قبل موتک.

ترجمہ: پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو! جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، دولت مندی کو فقروفاقہ سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔

تشریح: آپ ﷺ نے نعمتوں کی قدردانی کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: ''جوانی کو بڑھاپے سے پہلے غنیمت جانو۔'' کیونکہ جوانی میں جس قوت، طاقت اور بیدار مغزی سے کام کیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے بڑھاپے میں وہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ بڑھاپے میں انسان کے عضلات کمزور ہوجاتے ہیں پھر وہ چاہے بھی سہی تو وہ اس درجہ کی عبادت نہیں کرپاتا۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جو لوگ بڑھاپے کے انتظار میں ہیں کہ بوڑھے ہوں گے تو تہجد پڑھ لیں گے، بوڑھے ہوں گے تو تلاوت، تسبیح، ذکر اذکار کریں گے ان لوگوں کو اس حدیث مبارک سے سبق لینا چاہیے کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ'' اسی جوانی کو غنیمت جانو۔'' بڑھاپے کا انتظار کرنا اور عبادت کو کل پر اٹھا رکھنا عقلمندی نہیں۔ اصل عبادت کا مزہ ہی جوانی میں ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو اس نعمت کی قدر کرنے کی توفیق مل جائے۔ اللہ ہم سب کو ان خوش نصیبوں میں شامل فرمائے۔

آمین یارب العالمین

آج ہماری زندگی میں پھر ایک بار 14 اگست کا دن آ رہا ہے۔ اس سے ہماری بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔ 63 سال پہلے اس ملک کو جب حاصل کیا جا رہا تھا تو اس کا مطلب یہ قرار پایا تھا: ''لا الہ الا اللہ'' آسان لفظوں میں آپ اسے ''اسلام کی بالادستی'' کہہ سکتے ہیں۔

اس کی خاطر کتنی قربانیاں دی گئیں۔ اس کا تصور کرتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہر طرف ہندوؤں بلوائیوں کا شور شرابہ، قتل و غارت، عصمت دری، لوٹ مار، جنگ و جدل، مسلمانوں کے لاشے گر رہے تھے۔

قارئین! ذرا چشمِ تصور کو وا کیجئے۔ ماؤں سے ان کے دودھ پیتے بچے چھین کر موت کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں۔ بہادر نوجوان اس ملک......جس میں ہم بستے ہیں......کو حاصل کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا رہے ہیں۔ علماء کرام اس جہد مسلسل کی پیہم کوشش میں ہمہ وقت مصرف و مشغول نظر آ رہے ہیں۔ بوڑھوں کے درد بھرے نالے عرش معلیٰ کو حرکت دے رہے ہیں، بے کسوں کی آہیں افلاک کا سینہ چاک کر رہی ہیں سب کی زبان پر یہی الفاظ ہیں:

''پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ''

''ہم غلامی کی زندگی نہیں چاہتے۔ ہم آزاد قوم ہیں آزادی چاہتے ہیں اور اس آزادی کے حصول کے لیے ہمیں جان کی بازی بھی لگانی پڑی تو ہم لگا دیں گے۔ لیکن ایک ایسی ریاست ضرور حاصل کریں گے جس میں ہم آزادی سے جی سکیں اور ہم آزادی سے اپنے دین پر عمل پیرا ہو سکیں۔ جہاں اسلام کا قانون ہو، جہاں خلّاقِ عالم کا ابدی دستور (قرآن) کا نظام ہو، جہاں امن، انصاف اور عدل کی فراوانی ہو، جہاں مظلوم کوئی نہ ہو، جہاں ظالم کو اس کے ظلم کی کڑی

سزا دی جائے۔ رشوت، چور بازاری نام کی کوئی چیز نہ ہو۔ ہم ایسی ریاست چاہتے ہیں جس میں مسلمان کی شناخت باقی رہے۔ اسلامی حمیت وغیرت قائم رہے۔''

یہ وہ جذبات تھے جو آزادی کے متوالوں کے سینوں میں موجزن تھے۔ جن لوگوں نے جان گھر بار اور سب کچھ لٹا کر اس دیس کو حاصل کیا تھا آج وہ بزبان حال ہم سے شکایت کر رہے ہیں کہ:

''کیا یہی وہی پاکستان ہے جس کے لیے ہم ہندوؤں بلوائیوں سے سر بکف ہو کر بھڑ گئے تھے؟ کیا یہ وہی پاکستان ہے جس کے لیے ہم سولیوں پر جھول گئے؟ کیا یہ وہی پاکستان ہے جس کے لیے ہمارے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے؟ کیا یہ وہی پاکستان ہے جس کے بارے میں ہم سب نے یہ نعرہ بلند کیا تھا: پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ؟ کیا یہ وہی دیس ہے جس کے بارے ہم یہ چاہتے تھے کہ اس میں امن وعدل کی بہاریں چلیں، جہاں انصاف کے پھول کھلیں۔ جہاں اسلام کی تعلیمات عام ہوں؟ لیکن!

اس میں تو ہم...... پاکستان پر کٹ مرنے والوں......کو وہ نظر نہیں آ رہا۔ جو ہم چاہتے تھے۔ اس پاکستان میں تو پاکیزہ اقدار کو ختم کرنے کی سازشیں ہیں۔ اس میں تو اسلام کی بالا دستی ہنوز درجہ التواء میں پڑی ہوئی ہے۔ آئین بنتے تو ہیں لیکن......وہ آئین کب بنے گا جب اسلام کے نفاذ کا اعلان ہوگا۔ آئین بنتے تو ہیں لیکن......وہ آئین کب بنے گا جس کی وجہ سے ملک سے بدامنی کا جنازہ نکل سکے۔ قانون بنتے تو ہیں لیکن وہ قوانین کب بنا کر لاگو کیے جائیں گے جس سے واقعی مجرم سزا قرار پائے۔''

آج ان لوگوں کے شکوے سنتا ہوں تو دل پھٹنے کو آتا ہے۔ ان کی شکایتیں سن کر یقین ہو جاتا ہے کہ وہ سچے ہیں اور ہم راہ بھول چکے ہیں۔ پھر یکایک مجھے کوئی نادیدہ طاقت تسلی دیتی ہے کہ راہ بھولے ہو! منزل تو نہیں بھولے! راستہ تو پھر بھی مل جاتا ہے، منزل بھول گئے تو اس کی تلاش مشکل ہو جائے گی۔ سنو! ''ہمارا راستہ آزادی ہے اور ہماری منزل اسلام کا نفاذ ہے۔''

خدا وہ دن جلد لائے جب میری قوم اپنا رستہ بھی پالے اور اپنی منزل بھی۔ والسلام

مراد اپنی بوڑھی ماں کی دعائیں لے کر گھر سے پردیس کو روانہ ہوتا ہے چند دن گزرتے ہیں کہ مراد ''بامراد'' ہوجاتا ہے یعنی ڈھیر ساری دولت اکٹھی کرلیتا ہے اور اپنی بوڑھی ماں کو ایک چٹھی (خط) روانہ کرتا ہے: ''ماں! میں نے کافی ساری دولت اکھٹی کرلی ہے اور تیرے لیے تین سوٹ کچھ زیورات وغیرہ لے کر گھر آرہا ہوں۔ ہاں! راستے میں تاجو بہن کے گھر رات گزاروں گا۔''

فقط......مراد

☆☆☆

مراد نے پردیس جا کر جوتیوں کی دکان لگالی، صبح وشام خوب محنت اور جاں کوشی سے پیسے اکھٹے کرنا شروع کیے۔ دس پندرہ دن گزرے کہ مراد کی جیب میں اتنے پیسے آگئے جن سے وہ اپنی بوڑھی ماں کے ارمان پورے کرسکتا تھا۔ ماں کو خط لکھ کر مراد ''تاجو بہن'' کے گھر آجاتا ہے۔

☆☆☆

یہ دیکھ! تاجو! تیرے لیے سوٹ لایا ہوں، یہ رہیں تیری چوڑیاں اور یہ ہیں تیرے لیے خالص سونے کی بالیاں......تاجو یہ سب کچھ دیکھ کر سکتے میں آجاتی ہے اس کو یقین نہیں آرہا ہوتا کہ مراد نے چند دنوں میں یہ سارا مال وزر کیسے اکھٹا کرلیا ہوگا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہی ہوتی ہے اس بریف کیس میں اور بھی کئی زیورات ہوں گے اور بھی کافی ساری دولت جو ''مراد بھیا'' کمالایا ہے اس میں ہوگی۔ تاجو کی آنکھوں میں پیسے کی لالچ چمک اٹھتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ کسی بہانے ماں جائے بھائی کو قتل کرکے سارا سامان اپنے پاس رکھ لے۔ مراد کو سلا

کر وہ خود اپنے کمرے میں چلی جاتی ہے۔

☆☆☆

رات تین بجے کا وقت ہوگا کہ تاجو اپنے ساتھ ایک تیز دھار خنجر لیے اس جگہ آ پہنچی جہاں اس کا بھائی مراد سویا تھا۔ مراد کا بدن سفر کی تھکاوٹ سے چُور چُور تھا اس لیے اس کو تاجو کے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ تاجو، مراد کے سرہانے آ پہنچی ایک نظر اپنے بھائی کے چہرے پر ڈالتی اور دوسری نظر تیز دھار خنجر پر۔ تاجو اپنے آپ کو حوصلہ دیتی ہوئی خنجر کو مراد کے سینے میں اتار دیتی ہے اور یکے بعد دیگرے کئی وار کر کے مراد کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔

☆☆☆

ماں، بیٹے سے ملاقات کے لیے بے تاب تھی۔ اس کو سارا گھر کھانے کو آتا ہے کبھی وہ اپنے لاڈلے کا خط اٹھا کر سینے سے لگاتی ہے اور کبھی حسرت بھری نگاہیں گھر کی دہلیز پر ٹکا دیتی ہے، اس کے لیے ایک ایک لمحہ گزارنا دشوار ہو رہا ہوتا ہے۔ جب مراد دوسرے دن بھی نہ پہنچا تو ماں نے گھر کو تالا لگایا اور تاجو بیٹی کے گھر کی راہ لی۔ شام ڈھلتے ہی وہ تاجو سے ملی تو پہلا سوال ہی یہ کیا: ”تاجو! تیرا بھائی مراد کہاں ہے؟ تاجو کا دل مارے خوف کے تھرا اٹھا لیکن جلد ہی اس نے ماں کے سامنے جھوٹ بول دیا اور کہا کہ مجھے پتہ نہیں وہ میرے گھر نہیں آیا۔“

☆☆☆

ماں کے آنے سے پہلے ہی تاجو نے اپنے بھائی کی لاش کو گھسیٹا اور گھر کے صحن میں گھڑا کھود کر اس میں دبا دیا۔ اوپر سے مٹی برابر کر دی اور مراد کے بریف کیس سے زیورات نکال کر اپنے بدن پر سجانے میں مصروف ہو گئی تھی۔

☆☆☆

تاجو نے اپنی ماں کی چارپائی گھر کے صحن میں ڈال دی جس جگہ چارپائی تھی بالکل اسی کے نیچے اس کا بیٹا ”مراد“ دفن تھا رات کے کئی پہر گزرتے ہیں کہ خواب میں بڑھیا کو مراد آ کر ملتا

ہے اور کہتا ہے: ”ماں! ماں! جس جگہ تو سوئی ہوئی ہے اس کے بالکل نیچے میری لاش پڑی ہے۔“
بڑھیا کا کلیجہ نکلنے کو آتا ہے۔ وہ دل تھامے نیند سے اٹھ بیٹھتی ہے اور چیخ مار کر ”تاجو“ کو بلاتی ہے
تاجو! تاجو!

تاجو ننگے پاؤں دوڑے دوڑے آتی ہے

”کیا ہوا ماں؟“

ماں نہایت غصے میں کہتی ہے: ”تاجو! تو نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ تاجو تو نے پیسے کے لالچ میں میرے ”مراد“ کو مار ڈالا۔ تاجو یہ سب تو نے کیوں کیا؟ ہائے میرا مراد“ پھر ماں بیٹی سے لپٹ کر زور زور سے رونے لگتی ہے۔

☆☆☆

اچانک! وہیں ایک بزرگ نمودار ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور بڑھیا سے کہتا ہے:
”بڑھیا! کیا بات ہے؟ کیوں روتی ہو؟“ وہ اس بزرگ کو بتاتی ہے کہ یہ تاجو میری بیٹی ہے اس نے اپنے بھائی کو پیسے کے لالچ میں قتل کر ڈالا ہے۔

بزرگ نے کہا کہ ”اے بڑھیا! تو بغداد والے پیر کو پکار! وہ تیری مشکل حل کر دے گا۔“
بڑھیا نے دل میں پیرانِ پیر کو پکارا...... بڑھیا کی حالت پر پیر صاحب کو ترس آیا۔ چنانچہ بغداد والی سرکار نے آ کر اس بڑھیا کی مشکل حل کر دی اور مراد کے سینے میں جو زخم پڑ گئے تھے وہ فوراً ٹھیک ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مراد موت کے بعد زندہ ہو کر اٹھ بیٹھا۔

بڑھیا کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں وہ ”میرا بیٹا! میرا مراد!“ کہہ کر اس سے چمٹ کر رونے لگی اور پیران پیر کا شکریہ ادا کرنے لگی جس نے اس کے بیٹے کو موت کے بعد زندگی عطا کی۔

☆☆☆

قارئین! یہ وہ ”توحید“ ہے جو آج کل بزرگوں کے مزارات پر جا کر اپنائی جا رہی ہے

یہ صرف ایک کہانی ہے اس طرح کی کئی کہانیاں سنا کر مسلمانوں کے ایمان کو ختم کیا جا رہا ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ جب فلاں بابا جی ناچے تو خدا بھی ناچنے لگا، کبھی معراج کا قصہ سنا کر یہ بتلایا جاتا ہے کہ وہ میم کا پردہ ختم ہو گیا اور دونوں (اللہ تعالی اور حضرت محمد ﷺ) ایک ہو گئے، کبھی حاجت روائی کا اقتدار حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا جاتا ہے اور کبھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ۔ کبھی خدائی اختیارات ولی اللہ کے سپرد ہو جاتے ہیں اور کبھی آڑے وقت میں اللہ تعالی کی بجائے پیران پیر اور غوث اعظم دستگیر سے مشکل کشائی طلب کی جاتی ہے۔

☆☆☆

کیا شرک کے سینگ ہوتے ہیں؟ نہیں! اس کی یہی علامات ہوتی ہیں۔ ہائے افسوس! کہ امت کو بزرگوں کے ایسے بے سند واقعات سنا کر...... اب تو دکھلا کر بھی...... توحید سے شرک کی طرف لایا جا رہا ہے۔ ہم بزرگوں کا احترام اپنے دین کا حصہ سمجھتے ہیں لیکن ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ''بزرگ، بزرگ ہوتے ہیں ربوبیت کے اقتدار کے مالک نہیں بن جاتے۔''

☆☆☆

آخر میں پیرانِ پیر کا ایک قول سنا کر بات کو ختم کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

''اللہ کے سوا درخت کا کوئی ایک پتا بھی نہیں ہلا سکتا۔''

جن بزرگان دین کی تعلیم یہ ہو، ان کا نام لے کر عوام الناس کو دینِ محمدی ﷺ سے شرک کی گھٹا ٹوپ وادیوں میں دھکیلنا۔ کیا یہی مزارات پر آنے والوں کو تعلیم دی جا رہی ہے؟؟؟

ایصال ثواب کرنا ہم اہل السنۃ کے ہاں بھی جائز ہے لیکن اس کی آڑ میں زائرین کے ایمان و عقائد کو لوٹنا مزاروں پر بیٹھے ''قوّالوں'' کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟؟

اے کاش...... میری قوم سمجھ جائے!!! اور ''تاجو بہن'' جیسے من گھڑت واقعات سن کر اپنے ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے......

اے کاش!!!

خبروں کے ہجوم میں بے شمار اہم واقعات نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ پوری دنیا اسرائیلی جارحیت پر مرثیہ خواں ہے۔ پاکستان میں بجٹ اور سیاسی آپا دھاپی لوگوں کے لیے تفریح کا سامان پیدا کر رہی ہے۔ ان تمام قومی و عالمی المیوں کے بیچوں بیچ دریائے نیل کے پانی پر مسلم ممالک کو لڑایا جا رہا ہے۔ اس ساری جنگ کو 'ہلا شیری' دینے والا اسرائیل ہے۔ دریائے نیل پر بھی وہی منظر بن رہا ہے جو پاک بھارت پانی کے مسئلے پر ہے۔ اسرائیل کی کوشش ہے کہ مصر کو پانی سے محروم کر کے اسرائیل کو سیراب کر دیا جائے۔ اس مقصد کی خاطر اس نے مسلمان کو مسلمان سے لڑا دیا ہے۔ چھوٹے ممالک کی درپردہ پیٹھ ٹھونک کر انہیں مصر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دھمکیاں دینے پر آمادہ کیا ہے۔ اسرائیلی سازش سمجھنے سے پہلے ہمیں دنیا کے سب سے بڑے دریا کے بارے میں جاننا ہوگا۔

دنیا کا سب سے طویل یہ دریا براعظم افریقہ میں واقع ہے۔ اس دریا کی کہانی بھی بڑی عجیب ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے افریقہ کے اکثر ممالک کی رگوں سے پانی نچوڑ کر مصر اور سوڈان کو نہال کر دیا ہے۔ برونڈی، کانگو، تنزانیا، روانڈا، ایتھوپیا، اریٹیریا اور سوڈان کی چھوٹی چھوٹی زمینی شریانوں سے بنتا یہ دریا مصر میں داخل ہونے سے پہلے مکمل ہو جاتا ہے۔ دریائے نیل دو بڑے دریاؤں سے مل کر بنتا ہے جنہیں نیل ازرق اور نیل ابیض کہا جاتا ہے۔

نیل ازرق سوڈان کے دارالحکومت خرطوم کے قریب نیل ابیض سے مل کر دریائے نیل تشکیل دیتا ہے۔ نیل ازرق اگرچہ لمبائی میں نیل ابیض سے چھوٹا ہے مگر مصر میں پہنچنے والا 56 فیصد پانی یہی دریا فراہم کرتا ہے۔ یہ دریا سوڈان کے لیے بھی یکساں اہمیت کا حامل ہے جہاں اس پر قائم دو ڈیم ملک کی 80 فیصد بجلی پیدا کرتے ہیں۔ انہی ڈیموں کی بدولت اس علاقے میں دنیا کی

بہترین کپاس پیدا ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دریائے نیل سے سب سے زیادہ فائدہ مصر اور سوڈان اٹھاتے ہیں۔ اسی لیے افریقی ممالک میں ان دونوں کی معاشی و اقتصادی صورتحال بہت بہتر ہے۔ سارا مصر اسی دریا کے دونوں کناروں پر واقع ہے۔ موجودہ دارالحکومت قاہرہ بھی اسی کے کنارے پر ہے۔ قدیم مصر کے تمام آثار قدیمہ بھی دریائے نیل کے کناروں کے ساتھ ہی ملتے ہیں۔ طرفہ تماشا دیکھیے کہ سوڈانی دارالخلافہ خرطوم بھی اسی جگہ واقع ہے جہاں نیل ابیض اور نیل ازرق آ کر ملتے ہیں۔

نیل کے پانی پر لڑائی کا آغاز اسی سال ہوا ہے مگر ناانصافی پر مبنی پانی کی تقسیم کا فارمولا 1959ء میں طے پایا تھا۔ اس معاہدے کے تحت دریائے نیل کا 90 فیصد پانی صرف مصر اور سوڈان کی ملکیت ہے۔ وہ سات افریقی ممالک جن سے یہ پانی جمع ہو کر آتا ہے وہ پانی کا صرف 10 فیصد حصہ استعمال کر سکتے ہیں۔ اس ناانصافی کے ڈانڈے بھی برطانوی سامراج سے ملتے ہیں۔ 1929ء میں جب مصر برطانیہ کی ایک نوآبادی تھا، اس وقت ایک معاہدے کے تحت ان تمام افریقی ممالک کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا تھا جس میں طے پایا تھا کہ علاقے کے ممالک کے درمیان طے پانے والے کسی بھی معاہدے میں صرف مصر کو 'ویٹو' کا اختیار ہو گا۔ گویا علاقے میں ہونے والے تمام معاہدوں میں مصری حکومت کی رضامندی شرط ہے۔ اس اختیار کے خلاف اکثر افریقی ممالک میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ ایک عرصے سے کوشش جاری تھی کہ مصری تسلط کے خلاف آواز اٹھائی جائے۔

اب پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ مصر اور سوڈان کی انتہائی مخالفت اور دھمکیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے چار افریقی ممالک نے یوگنڈا کے شہر میں جمع ہو کر نئے معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔ یوگنڈا، ایتھوپیا، روانڈا اور تنزانیہ نے معاہدے پر دستخط کیے جبکہ کینیا نے اس کی حمایت میں بیان جاری کیا۔ ان پانچ ممالک کے متفقہ معاہدے نے مصر کی بالادستی کو چیلنج کیا ہے۔ مصر نے معاہدے سے پہلے اعلان کیا تھا کہ اگر کسی ملک نے نیا معاہدہ کیا تو اسے اعلان جنگ سمجھیں گے۔ معاہدے نے نئی جنگ چھیڑ دی ہے۔ یہ جنگ افریقی ممالک کے درمیان کھینچا تانی تک محدود ہوتی تو کوئی بڑی

بات نہ تھی مگر پس پردہ اسرائیلی پشت پناہی اور تزویراتی سازشوں نے صورتحال انتہائی نازک بنادی ہے۔ایتھوپیا، کینیا، یوگنڈا اور روانڈا کے اسرائیل سے بڑھتے تعلقات اور خفیہ اعلی سطحی ملاقاتیں معاملے کی گھمبیرتا میں مزید اضافہ کردیتے ہیں۔

امریکا کے خونخوار منہ کو تیل کا چسکا لگا ہے جبکہ اس کالے پالک اسرائیل میٹھے پانیوں کا دیوانہ ہے۔اسی سال اسرائیل نے فلسطینیوں کا پانی چوری کیا اور اس وقت یہ صورتحال ہے کہ اسرائیلیوں کے سوئمنگ پول پانی سے لبالب بھرے ہیں جبکہ فلسطینی وضو کے لیے بھی قطرہ قطرہ پانی کے محتاج ہیں۔پانی کی خاطر اسرائیلی ہوس کی انتہا دیکھیے کہ اس نے اپنے قریبی علاقوں سے گزرنے والے ہر دریا میں اپنی چونچ ڈال رکھی ہے۔

اسرائیل تک میٹھے پانی کی رسائی کا واحد ذریعہ بحیرۂ طبریہ ہے۔مصر اور اسرائیل مشترکہ طور پر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔بحیرۂ طبریہ میں دریائے اردن سے پانی آکر گرتا ہے۔دریائے اردن شمال میں شام، لبنان اور ترکی کی پہاڑیوں سے نکلتا ہے۔شمالی علاقے میں یہ تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتا ہوا شام اور اسرائیل کی سرحد کا کام دیتا ہوا، گولان پہاڑیوں کے نزدیک بحیرہ طبریہ یا گلیل کی جھیل میں جا گرتا ہے۔یہ ایک نہایت ہی خوبصورت جھیل ہے۔یہ جھیل سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہے۔اسی جھیل کے کنارے وہ پہاڑی ہے، جہاں آپ کا دیا ہوا وعظ بہت مشہور ہوا۔جھیل کے کناروں پر آباد شہر سیدنا مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی منادی سے گونجتے رہے۔آپ کے بعض حواری اسی جھیل کے مچھیرے تھے۔اسی کے جنوب مغرب میں آپ کا آبائی شہر ناصرہ بھی ہے۔

گلیل کی جھیل سے نکل کر دریائے اردن تقریباً سو کلومیٹر کا مزید فاصلہ طے کر کے ڈیڈسی یعنی بحیرہ مردار میں آ گرتا ہے۔درمیان میں یہ دریا اردن اور اسرائیل کی سرحد کا کام دیتا ہے۔اس وقت یہ صورتحال ہے کہ دریائے اردن کا پانی خشک ہونے کے قریب ہے اسرائیل نے اس کی شریانوں سے پانی کی ایک ایک بوند نچوڑ لی ہے۔ماہرین کے تازہ ترین سروے کے مطابق

ہزاروں سال سے بے شمار انسانوں کو زندگی دینے والا دریائے اردن خاتمے کے قریب پہنچ گیا ہے اور اگر فوری اقدامات نہ کیے گئے تو اگلے سال تک یہ لق دق صحرا میں تبدیل ہو جائے گا۔ فرینڈز آف ارتھ، مڈل ایسٹ نامی گروپ سے منسلک ماہرین نے یہ انتباہ ایک تحقیقی رپورٹ میں دیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق کسی زمانے کا عظیم دریائے اردن اب صرف ایک چھوٹی آلودہ نہر میں بدل گیا ہے۔ بحیرہ طبریہ کے جنوب تک محدود ہو جانے والے اس مشہور دریا کو حد سے زیادہ استفادے، بدانتظامی اور بڑھتی آلودگی نے اس انجام تک پہنچایا ہے۔

دریا کے بہاؤ کا 98 فیصد اسرائیل، شام اور اردن اپنی طرف موڑ دیتے ہیں جبکہ بقیہ بہاؤ نکاسی کے پانی، مچھلیوں کے تالاب، زرعی آبپاشی کی نہروں اور سیم نالے پر مشتمل ہے۔ ماہرین کے مطابق اگر فوری طور پر ٹھوس اقدامات نہ کیے گئے تو جنوبی دریائے اردن اگلے سال کے آخر تک ختم ہو جائے گا۔ یہ وہی دریا ہے جہاں عیسائی عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بپتسمہ دیا گیا تھا۔ اسی دریا سے ہی بحیرۂ مردار میں زندگی کی لہر دوڑ رہی ہے۔ دریائے اردن کے پانی کی بندر بانٹ اور اسرائیلی چیرہ دستی کا نتیجہ ہے کہ دریائے اردن میں پانی کی سطح گرنے سے اب بحیرۂ مردار کسی بھی لمحے خشک ہو سکتا ہے۔

اسرائیلی یہودیوں کو دو طرفہ اندیشوں نے گھیر رکھا ہے ایک طرف تو خدشہ ہے کہ اگلے سال تک دریائے اردن خشک ہو جائے، اسی طرح یہ خطرہ بھی ہے کہ اردن نے دریا پر ڈیم تعمیر کر لیا تو صہیونیوں کے پاس فلسطینی بچوں کے خون سے آلودہ ہاتھ دھونے کے لیے بھی پانی نہیں بچے گا۔ اس لیے اسرائیل ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے کہ کسی نہ کسی طرح مصر کو راضی کر کے دریائے نیل کے پانی تک رسائی حاصل کی جائے۔ اس مقصد کے لیے بھاری معاوضہ، دھونس دھاندلی اور سیاسی دباؤ کے ساتھ ساتھ اسرائیل نے متعدد حربے آزمائے ہیں۔ مسلم اکثریتی ملک ایتھوپیا میں بغاوت کے ذریعے عیسائی حکومت قائم کرنا، سوڈان میں جنوبی ریاستوں کے عیسائیوں کیلیے آزاد وطن کا مطالبہ کرنا، شام کے کیتھولک عیسائیوں کے لیے آزاد وطن کا مطالبہ اور پس پردہ رہ کر ان کی

بھرپور امداد کرنا اور سوڈان میں خانہ جنگی کو ہوا دینا اسی اسرائیل دباؤ اور سازشی صیہونی دماغ کا شاخسانہ ہے۔کیونکہ دریائے نیل سوڈان سے گزر کر مصر پہنچتا ہے اور اگر سوڈان تقسیم ہوگیا تو دریائے نیل پر کسی بھی نئے ڈیم کی تعمیر سے مصر کی شہ رگ پر اسرائیلی پاؤں آجائے گا۔

دریائے اردن میں پانی ختم ہونے کا مطلب ہوگا کہ بحیرۂ طبریہ کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا،جس کے نتیجے میں اسرائیل کو بدترین آبی بحران کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔یہ الگ بات کہ تمیم داری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دجال نے ان سے یہ سوال بھی پوچھا کہ کیا بحیرہ طبریہ میں پانی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ اس میں تو بہت پانی ہے۔اس نے کہا یقیناً عنقریب اس کا پانی ختم ہوجائے گا۔

امت کے بڑے بڑے محسنین میں ان کا شمار ہوتا ہے انہوں نے بہترین زمانوں میں سے دوسرا زمانہ پایا یعنی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے شاگرد تھے دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لیجئے کہ وہ تابعی تھے۔ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم دین سیکھا اور اس علم کو مرتب اور سہل انداز میں امت کے سامنے پیش کیا۔ وہ قرآن وسنت کے معانی کی تہہ تک پہنچتے اور اس سے عقائد ومسائل کے انمول موتی نکال کر عام مسلمانوں تک پہنچاتے۔ بڑے بڑے علماء اور فقیہ ان کی شاگردی اختیار کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

شاید ہی کوئی ایسا عالم ہو جس نے ان کی مدح سرائی نہ کی ہو ان کا نام نامی اسم گرامی ''نعمان'' اور والد گرامی کا نام ''ثابت'' تھا لیکن وہ اپنے اصل نام کی بجائے ''ابو حنیفہ'' کے نام سے زیادہ مشہور ہوئے۔ انہیں امامِ اعظم بھی کہا جاتا ہے ان کو امام اعظم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل السنّت کے وہ چار امام جن کی قرآن وحدیث کی روشنی میں مدون کی ہوئی فقہ کو اللہ تعالی نے قبولیت سے نوازا، تو ان چاروں ائمہ میں علم اور رتبے کے لحاظ سے وہ سب سے بڑے تھے۔

اہل السنّت کے ان چار ائمہ کے نام یہ ہیں: ''امامِ اعظم ابو حنیفہؒ، امامِ مالک بن انسؒ، امامِ شافعیؒ اور امامِ احمد بن حنبلؒ۔'' اللہ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت کرتے ہوئے گزاری آپ نے کئی کتب تحریر فرمائیں جن میں سے ''کتاب الآثار'' اور ''الفقہ الاکبر'' زیادہ مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے علماء کی ایک بہت بڑی جماعت کو تیار کیا جنہوں نے علم دین کو پوری دنیا میں خوب پھیلایا۔

جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے اپنے شاگردوں اور ساتھیوں کو جمع

کیا اوران سے مخاطب ہوکر فرمایا: ’’ جوشخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا شمار اہل السنّت والجماعت سے ہوتواسے چاہیے کہ اپنے اندر بارہ عادات یانشانیاں پیدا کرلے۔ جوشخص ان بارہ نشانیوں کی پابندی کرے گا وہ کبھی گمراہ ہوکر بدعتی اور نفس کا پجاری نہ بنے گا۔‘‘

اس کے بعد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بارہ نشانیوں کوترتیب وار بتلایا اوران کے شاگردوں نے ان کولکھ کرمحفوظ کرلیا۔ ہم اس مضمون میں ان بارہ خصلتوں کا ذکرکریں گے اورآسان اورسادہ الفاظ میں ان کی مختصرسی تشریح بھی کریں گے۔ ہماری معزز مائیں، بہنیں اور بیٹیاں ان بارہ علامات کواچھی طرح یادکرلیں اوراپنے اندران کو پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ قیامت کے دن ہمارا شمار سفید چہروں والے اس مبارک گروہ میں ہوجن کو اللہ تعالی کے حبیب جناب محمد ﷺ کی شفاعت اورحوض کوثر سے سیرابی نصیب ہوگی۔ یہ گروہ اہل السنّت والجماعت کا ہوگا جب کہ بدعتی گروہوں کواس متبرک حوض سے دھتکاردیا جائے گا۔ تو آیئے! ان بارہ علامات کی طرف:

1: ’’ایمان‘‘ زبان سے اقرار اوردل سے تصدیق کا نام ہے:

پہلی بات یہ اپنے ذہن میں بٹھالیں کہ ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اقرار کیا جائے اوردل سے اس کوسچا مانا جائے اورایمان درج ذیل چیزوں پرلانا ہے۔ اللہ تعالی پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی نازل کردہ کتابوں پر، قیامت کے دن پراور تقدیر پر۔ جس طرح صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں اسی طرح صرف دل میں ایمان کو چھپا کررکھنا اورزبان سے اس کے برخلاف بات کہنا ہرگز ہرگز درست نہیں۔

آج کل کئی لوگ یورپی ممالک کا ویزا یا شہریت حاصل کرنے کے لیے کاغذات میں خودکوقادیانی ظاہرکرتے ہیں اورمتعلقہ ملک کے سفارت خانے میں انٹرویو کے وقت یاان ممالک کے ائیرپورٹس پرخودکوقادیانی بتاتے ہیں۔ یادرکھیے! یہ انتہائی سنگین غلطی ہے اوراس کا ارتکاب کرنے والے لوگ مسلمان نہیں رہ سکتے۔ کیوں کہ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور نبی کریم ﷺ کی شان مبارک میں گستاخیوں کی وجہ سے مسلمان نہیں بلکہ مرتد ہیں۔ اللہ تعالی تمام مسلمانوں

کو ایمانی غیرت عطا فرمائیں۔

2: ایمان اور اعمال کا باہمی تعلق:

یاد رکھیے! ایمان اور اعمال کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ایمان کا اظہار، اعمال کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ایمان کی مثال پودے کی جڑ اور تنے کی ہے جب کہ اس سے پھوٹنے والی شاخیں اعمال سمجھ لیجئے ایمان اور صحیح عقائد کے بغیر کوئی بھی نیک عمل قابل قبول نہیں ہوتا۔اگر کوئی شخص اعمال میں کوتاہی کرے تو اس کو کافر کہنا درست نہیں۔گناہ کرنے سے انسان اسلام سے خارج نہیں ہوتا البتہ نیک اعمال سے ایمان میں مضبوطی اور گناہوں کی وجہ سے اس میں کمزوری آجاتی ہے۔اس بات کو یقینی بنائیں کہ علمائے اہل السنّت والجماعت کے عقائد سے آگاہی حاصل کریں اور اس پرفتن دور میں جو باطل نظریات اور عقائد پھیلائے جا رہے ہیں ان سے بچنے کا پورا پورا اہتمام کریں۔اعمال میں کمی کوتاہی کی معافی تو ہو سکتی ہے لیکن اگر عقائد درست نہ ہوں تو نہ اعمال قبول ہوں گے اور نہ ہی نجات ملے گی۔

3: تقدیر پر ایمان:

اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اچھی اور بری تقدیر دونوں اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ازل سے لے کر ابد تک جو کچھ ہونے والا ہے اللہ تعالی نے یہ سب کچھ ''لوح محفوظ'' میں لکھ دیا ہے۔انسان کی پیدائش سے موت تک کے تمام حالات اس کی تقدیر میں لکھے جا چکے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان مجبور اور بے اختیار ہے اور جو کچھ اس کی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اس نے وہی کرنا ہے اس لیے انسان اگر کوئی گناہ کا کام کرے تو اس کا کوئی قصور نہیں۔جیسا کہ بعض لوگ تقدیر کو اپنے گناہوں اور برائیوں کے لیے آڑ بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی! ہمارا کیا قصور؟ جو تقدیر میں لکھا ہوا تھا ہم نے وہی کیا ہے۔

یاد رکھیے! یہ سخت گمراہ کن عقیدہ ہے اللہ تعالی نے دنیا کو امتحان اور آزمائش کی جگہ بنایا ہے اور نیکی اور بدی دونوں کو پیدا کر کے انسان کو اختیار دیا ہے کہ وہ خواہ نیک اعمال کرے خواہ

برے۔لیکن اللہ تعالی نے یہ بھی بتلا دیا ہے کہ نیک اعمال کرنے والوں کو میری رضا نصیب ہوگی اور برائی کا ارتکاب کرنے والے پر میری ناراضگی اور غضب نازل ہوگا۔

اب آپ عقیدہ تقدیر کو مختصراً یوں سمجھیں کہ اللہ تعالی نے تمام انسانوں کو پیدا کیا اور اپنے لامحدود و بے مثال اور ازلی وابدی علم سے یہ جان لیا کہ کون کون سا انسان کیا کیا عمل کرے گا؟ پھراسی چیز کو تقدیر میں لکھ دیا گیا۔انسانوں پر نیک اعمال بجالانا اور برے اعمال سے بچنا لازمی اور ضروری ہے اور تقدیر پر بھروسہ کر کے بیٹھے رہنا درست نہیں۔

مسئلہ تقدیر کی حقیقت اسی قدر ہے اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں اور اسے ہی کافی سمجھیں،اس میں مزید بحث اور کھوج کرید نہ کریں۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق تقدیر کے مسئلہ میں زیادہ بحث سے گمراہی اور ایمان کی تباہی کے راستے کھلتے ہیں۔(جاری ہے)

جان یا قرآن ؟انتخاب

رانا رضوان،فاروق آباد

ایک صاحب جنہوں نے 1947 میں ہجرت کی، بتاتے ہیں کہ میں گھر سے نکل کر لاہور جانے کیلئے ریلوے سٹیشن پہنچا۔میرے ساتھ ایک چھوٹا سا قرآن مجید بھی تھا جو میں نے اپنے سینے سے باندھ رکھا تھا جب گاڑی امرتسر پہنچی تو سکھوں نے مسلمان مسافروں کو ٹرین سے اتار کران پر فائر کھول دیا۔دفاع کا ایک ہی طریقہ تھا کہ زمین پر لیٹ جاؤں پھر خیال آیا کہ اگر میں زمین پر لیٹ گیا تو میرے سینے پر بندھے قران پاک کی بے حرمتی ہوگی اور خدا کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا؟ خیال آتے ہی میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ جان چلی جائے مگر قرآن پاک کو زمین سے نہیں لگنے دوں گا۔ یہ ارادہ کرتے ہی میں ریل گاڑی کے ڈبے کے ساتھ لگ کر کھڑا ہوگیا۔کافی دیر تک گولیاں چلتی رہیں۔گولیاں میرے دائیں بائیں اور اوپر سے گزرتی رہیں ڈبے کے تمام شیشے بھی چکنا چور ہوگئے جب فائرنگ بند ہوئی تو میں نے دیکھا کہ میں جس جگہ ٹیک لگا کر کھڑا تھا اس کے اردگرد کی جگہ گولیوں سے چھلنی ہو چکی تھی

بابر اور عائشہ کی منگنی کی تقریب میں شرکت کرنے کے بعد دور دراز سے آئے ہوئے مہمان اپنے اپنے علاقوں کی طرف سدھار گئے۔ اندرجان کا شاہی محل دیکھتے دیکھتے خالی ہو گیا اور اس طرح محل کی تمام رونقیں ماند پڑ گئیں۔ عائشہ کے ناشائستہ اور متکبرانہ رویے سے بابر کے ننھے سے دل میں بال پڑ چکا تھا اسے اپنے بڑے بزرگوں پر افسوس ہو رہا تھا کہ انہوں نے عائشہ جیسی غیر مہذب اور نک چڑھی لڑکی کو اس کے پلے باندھ دیا تھا۔

بابر کی نانی دولت بیگم نے بابر کو ایک نہایت ہی پتے کی بات بتائی تھی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تجربہ کار اور سیانے بزرگ اپنے بچوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں کے ذریعے زندگی کے بڑے بڑے گُر سکھا دیا کرتے ہیں۔ بابر ابھی تک زنان خانے کی حدود ہی تک محدود تھا اور اپنی نانی اماں کے زیر تربیت تھا زنان خانے سے باہر کی دنیا سے متعلق بابر کے پاس صرف اتنی ہی معلومات تھیں جتنی کہ اسے اس کی نانی اماں نے بہم پہنچائی تھیں۔

زنان خانے میں بابر کی نانی اماں، ماں قتلق نگار بیگم اور بڑی بہن خان زادہ خانم کے علاوہ اس کی سوتیلی مائیں فاطمہ سلطان آغا خانم اور قراقوز بیگم اور اس کی اولادیں جن میں اس کے دو چھوٹے بھائی جہانگیر مرزا (جو کہ فاطمہ سلطان آغا کا بیٹا تھا) اور ناصر مرزا (جو کہ قراقوز بیگم کا بیٹا تھا) شامل تھے اس کے ساتھ رہتے تھے اندرجان کے شاہی محل کے زنان خانے سے باہر کی دنیا سے بے نیاز بابر اپنی پڑھائی کی طرف دھیان دے رہا تھا۔

اگر گرمیوں کے دن ہوتے تو اسے پڑھنے کی غرض سے شاہی محل کے ملحقہ باغ میں لے جایا جاتا تھا اور اگر سردیوں کے دن ہوتے اور پڑھائی رات کے وقت کرنا ہوتی تو زنان خانے

کے کسی کمرے میں انگیٹھی کے برابر بیٹھ کر وہ اپنا سبق یاد کرلیا کرتا تھا۔

بابر پڑھائی کے معاملے میں اپنے ہم سبقوں سے ہمیشہ بازی لے جاتا تھا اور بعض اوقات تو وہ اپنے اساتذہ کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کرتا تھا۔ وہ عموماً اسے پڑھائے جانے والے رسم الخط کے حروف تہجی پر غور کرتا رہتا تھا اور اپنے استاتذہ سے سوالات پوچھ پوچھ کر انہیں پریشان کرتا رہتا کہ ''الف'' سیدھا اور عمودی کیوں ہوتا ہے؟ ب، پ وغیرہ چپٹے اور لیٹے ہوئے کیوں ہوتے ہیں۔ ج، ل، ن وغیرہ مدّ ور کس لیے ہوتے ہیں؟ اگرچہ یہ تمام حروف بظاہر دائرے کی شکل میں ہوتے ہیں مگر ایک دوسرے سے بہت الگ ہوتے ہیں۔ ص، ض کے دائرے کو اگر مٹا دیا جائے اور بقیہ کے اوپر الف لگا دیا جائے تو ط اور ظ کیوں بن جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اساتذہ کے پاس بابر کے سوالات کے لیے کوئی جوابات نہیں ہوا کرتے تھے مگر اس کی تسلی کے لیے اس کے سوالوں کے جواب دے دیا کرتے تھے لیکن وہ اسے مطمئن نہیں کر پاتے تھے۔

بابر کا باپ عمر شیخ مرزا نہایت فربہ جسم کا مالک تھا اور اس پر مستزاد اس کی توند بھی بڑھی ہوئی تھی اور لباس کے معاملے میں وہ زیادہ خوش پوش بھی نہیں تھا اور عموما تنگ اور کسا ہوا لباس پہننے کا عادی تھا۔ گویا اس کا لباس اس کے جسم پر منڈھا ہوا دکھائی دیتا تھا جب اسے کسی بات پر ہنسی آتی اور وہ کھلکھلا کر ہنس دیتا یا گہرا سانس لیتا تو اس کے بٹن ایک ہی جھٹکے سے ٹوٹ کر فرش پر آرہتے تھے اور ایسا اکثر ہو جایا کرتا تھا۔ بابر اپنے باپ کو ایسے تنگ لباس میں دیکھتا تو اسے بہت کوفت ہوتی تھی۔

اس بات کے علی الرغم عمر شیخ مرزا بابر سے بے حد محبت کرتا تھا۔ پہلوٹھی کا بیٹا ہونے کے ناطے وہ اسے اپنا ولی عہد سمجھتا تھا اکثر وہ اسے گھوڑے پر اپنے آگے بٹھا کر زنان خانے سے باہر لے جاتا تھا اور اسے خوب سیر کراتا تھا بابر کو اس طرح گھوڑے پر اپنے باپ کے آگے بیٹھ کر گھومنا بہت اچھا لگتا تھا۔

عمر شیخ مرزا اپنے ولی عہد سلطنت کو اپنے آگے بٹھائے کھیتوں کی طرف نکل

جاتا تو کھتوں میں کام کرنے والے کاشتکار اپنے سلطان اور ولی عہد شہزادے کو اپنے قریب پاتے تو احتراما کھڑے ہو جاتے اور جھک جھک کر کورنش بجالاتے اس عمل سے بابر بہت محظوظ ہوتا تھا۔ایک روز عمر شیخ مرزا بابر کو گھماتے گھماتے شہر سے آگے شمال کی طرف واقع پہاڑیوں پر لے گیا بابر نے دیکھا کہ شمال کی طرف بہت دور تک پہاڑیوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔جن پر عموما سارا سال برف جمی رہتی تھی۔ پہاڑوں کی طرف جانے سے پہلے عمر شیخ مرزا نے اپنے چند معتمد ملازموں کو بلا کر بابر کو گرم لباس پہنوایا۔کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ان پہاڑیوں کی فضاء عموماً نہایت ہی خُنک ہوتی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ ننھے ولی عہد کو سردی لگ جائے اور وہ بیمار پڑ جائے۔

عمر شیخ مرزا بابر کو ایک ایسی پہاڑی پر لے گیا جو قدرے دوسری پہاڑیوں کے نسبتاً کم بلند تھی اس پہاڑی پر سے نیچے کی طرف دور تک میدانی علاقہ دکھائی دیتا تھا۔عمر شیخ نے بیٹے کو بتایا کہ یہاں سے اس کے نانا ''یونس خان'' کی سلطنت کا آغاز ہوتا تھا جسے مغلوں کی زبان میں ''مغلستان'' کہا جاتا ہے۔اس کے نانا کی وفات کے بعد یہ وسیع وعریض سلطنت اس کے دو بیٹوں سلطان اور محمود خان میں منقسم ہو چکی ہے۔سلطان خان بڑا ہے جب کہ محمود خان چھوٹا۔چھوٹا بیٹا محمود خان بڑا خاقان ہے جب کہ بڑا بیٹا سلطان چھوٹا خاقان۔

عمر شیخ مرزا نے دور دور تک پھیلے ہوئے میدان کی اشارہ کرتے ہوئے بابر کو بتایا کہ یہ سرسبز وشاداب میدان مغلوں کی چراگاہ ہے اگر اس میدان سے اور شمال مشرق کی سمت بڑھا جائے تو یہ چراگاہ بتدریج ختم ہوتی چلی جاتی ہے اس سے آگے جو سرزمین کے وہ سراسر بے آب وگیاہ ہے۔حد نظر تک صرف ریت ہی ریت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے ریت کے اس سمندر کو ''صحرائے گوبی'' کہا جاتا ہے۔یہ لق ودق صحرا کم وبیش تین ماہ کی مسافت میں پھیلا ہوا ہے بابر کے ننھے سے ذہن میں یہ پیچیدہ معلومات اس طرح گڈ مڈ ہو رہی تھیں کہ وہ ششدر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اس نے لامحالہ اپنے باپ سے پوچھ ہی لیا کہ

''بابا جانی! یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ بڑا بھائی چھوٹا خاقان ہے اور چھوٹا بھائی

بڑا خاقان ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ چھوٹا بھائی چھوٹا خاقان ہوتا اور بڑا بھائی بڑا خاقان مگر یہاں تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔''

عمر شیخ نے بیٹے کو جواب دیا: ''بیٹا! بعض اوقات بڑے بڑے بادشاہوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے یہ سب تو ابھی نہیں سمجھے گا جب تو بڑا ہو جائے تو اس پیچیدہ معاملے کی گتھیاں خود بخود تیرے سامنے کھلتی چلی جائیں گی۔'' عمر شیخ نے اپنی گذشتہ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا: ''مغلستان کے مغل ہماری طرح محلوں اور پختہ مکانوں میں نہیں رہتے بلکہ وہ چمڑے اور نمدے سے بنے خیموں میں رہتے ہیں اور یہ خیمے بھی کسی ایک جگہ پر مستقلاً نہیں رہتے بلکہ خانہ بدوشوں کو ہر آن نئی نئی چراگاہوں کی تلاش رہتی ہے اس لیے جہاں بھی انہیں کوئی چراگاہ میسر آجاتی ہے وہ وہاں پر اپنے خیمے گاڑ دیتے ہیں۔ان کی خوراک کا دارومدار صرف اور صرف مویشیوں پر ہے یہ لوگ اناج کی لذت سے ناآشنا ہیں۔ان کی خوراک میں چوہے سے لیکر ریچھ تک کا گوشت شامل ہے جسے وہ اپنے زور بازو کے ذریعے شکار سے حاصل کرتے ہیں۔ان کی خوراک کا دوسرا بڑا جز گھوڑی کا دودھ اور گھوڑی کے دودھ سے بنی ہوئی شراب ہے جسے وہ ''خمیر'' کہتے ہیں۔

گھوڑا ان کے نزدیک نہایت اہم جانور ہے وہ اس پر سواری بھی کرتے ہیں اور اس کا دودھ بھی پیتے ہیں جب کہ بوقت ضرورت اس کی پچھلی رانوں میں چھید کر اس کا خون بھی پیتے ہیں اور اس کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ یہ لوگ سراسر جاہل اور اجڈ ہیں ان کے ہاں ہماری طرح نہ تو کوئی مدرسہ اور مکتب ہے اور نہ ہی کوئی پڑھانے والا معلم یا عالم۔ان کے چمڑے کے خیموں کی سرد ہواؤں کے سامنے ایک نہیں چلتی وہ انہیں اکھاڑ کر اپنے ساتھ اڑائے لیے چلی جاتی ہے۔خانہ بدوشانہ زندگی گزارتے گزارتے اور سرد طوفانی ہواؤں سے لڑتے لڑتے یہ لوگ بڑے سخت جان ہو چکے ہیں۔ان کا خاقان بھی ان ہی کی طرح چمڑے کے بڑے سے خیمے میں رہتا ہے جو ایک بہت ہی بڑی سی گاڑی پر نصب ہے۔وہ انہی کی طرح اجڈ، ان پڑھ اور جاہل ہوتا ہے تبھی تو وہ ان کے ساتھ رہتا ہے۔

پچھلے سبق میں ان حقوق کے بارے میں ہم نے توجہ دلائی ہے جن کی ادائیگی فرض اور سخت ضروری ہے اور جن کے تلف کرنے پر اپنی نیکیاں دوسرے کو مل جانے کا قانون حدیثوں میں آیا ہے۔ اب اس سبق میں ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ خدا کی ساری مخلوق کی خدمت بڑے مرتبہ اور ثواب کا کام ہے۔ جو حقوق ہم پر فرض ہیں ان کے علاوہ بھی جہاں تک ہو سکے جان اور مال سے سب کی خدمت کرو، سب کے آرام و راحت کا خیال کرو، کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ، سب کے ساتھ عاجزی سے پیش آؤ، ضرورت مند کی ضرورت پوری کرو، محتاج کی مدد کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ، ننگے کو کپڑا دو، راستے سے تکلیف دینے والی چیزوں کو ہٹا دو، معمولی سی چیزوں کے خرچ سے کبھی ہاتھ نہ روکو مثلاً: آگ، نمک، دیا سلائی، سوئی دھاگہ وغیرہ۔

حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے کہ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کا سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھی طرح پیش آوے۔

اچھی طرح پیش آنے میں سب باتیں آگئیں، دینداری کی بات یہ ہے کہ جس جس سے واسطہ پڑتا رہے، اس وقت کے مناسب جو بہترین برتاؤ ہو، اسی طرح اس کے ساتھ پیش آئے۔ بعض چیزیں ہم لکھتے ہیں:

۱: جو اپنے لیے پسند کرو وہی سب کے لیے پسند کرو۔

۲: جب کسی مجلس میں پہنچو تو دو آدمیوں کے درمیان بغیر ان کی اجازت کے نہ بیٹھو اور گردنوں سے کود کر مت آجاؤ۔

۳: بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل نہ ہو جاؤ اور داخلہ کی اجازت ملنے سے پہلے اس کے

گھر میں بھی نظر نہ ڈالو۔

۴: سب کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ، سختی سے جواب نہ دو۔

۵: ضرورت مند کے لیے سفارش کرو۔

۶: کسی کی عیب جوئی نہ کرو، عیب معلوم ہو جائے تو مت پھیلاؤ۔

۷: قرض ادا کرنے میں جلدی کرو اور تمہارا قرض کسی پر ہو تو وصول کرنے میں سختی نہ کرو۔ اگر وہ تنگدست ہے تو مہلت دے دیا کرو، یا پورا قراض معاف کردو۔

۸: دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرو۔

۹: جہاں کسی کے لڑکے یا لڑکی کی بات چیت ہو رہی ہو اس کا فیصلہ ہونے تک اپنے لڑکے یا لڑکی کے لیے پیغام نہ بھیجو۔

۱۰: مریض کی عیادت کرو، یعنی اس کا حال معلوم کرنے کے لیے جاؤ۔

۱۱: کسی کا مذاق نہ اڑاؤ۔

۱۲: یتیم پر رحم کرو۔

۱۳: کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھو۔

۱۴: سب چھوٹوں بڑوں کو سلام کرو۔

۱۵: ہدیہ لیا دیا کرو۔

۱۶: جب کوئی مسلمان تم سے ملنے یا بات کرنے کے لیے آوے تو اس کے احترام کے لیے اپنی جگہ سے ذرا ہٹ جاؤ۔

یہ سب باتیں حدیثوں میں آئی ہیں ان کی فضیلتیں اور ثواب معلوم کرنے کے لیے ہماری کتاب ''اکرام المسلمین'' کا مطالعہ کرو۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

چند لوگ اٹھ کر مکہ کے تاجر کے پاس بھی آپہنچے ''سنا تم نے! اب ایک رات میں بیت المقدس کا سفر بھی طے ہونے لگا ہے''۔ ''کیا ہوا؟'' ''ہونا کیا تھا تیرا دوست کہتا ہے کہ میں نے ایک رات میں بیت المقدس اور آسمانوں کا سفر کیا ہے تو بتلا بھلا یہ بات عقل کو لگتی ہے؟''

''اگر وہ کہتا ہے تو بالکل سچ کہتا ہے۔'' ایک طرف مادہ پرست تھے جن کو اپنی عقل نارسا ابھی تک معجزہ کی حقانیت نہیں سمجھنے دے رہی تھی دوسری طرف ابوبکر تھے جنہوں نے بلاتردد کہا کہ اگر محمد ﷺ کہتے ہیں تو بالکل سچ کہتے ہیں۔

ابوبکر سرداران قریش کے ہمراہ آپ کے دربار میں حاضر ہوئے قریش مکہ بیت المقدس کے بارے سوال کرتے آپ جواب دیتے دوسرا اعتراض کرتے آپ جواب دیتے ادھر آپ جواب عنایت فرماتے ادھر ابوبکر کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہوتے: ''واللہ آپ سچ فرماتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ خدا کے رسول ہیں۔'' جب رسول اقدس ﷺ جوابات سے فارغ ہوئے تو فرمایا ''اے ابوبکر! تم صدیق ہو۔'' چنانچہ اسی روز سے آپ کا لقب صدیق پڑ گیا۔

جناب صدیق اکبرؓ نے آپ ﷺ سے وفا کی وہ تاریخ رقم کی جو رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ سفر حضر، امن، جنگ، خوشی، غمی غرضیکہ زندگی کے تمام حصوں میں آپؓ نے آقا کا دامن نہ چھوڑا۔ دور نبوت کے لمحے گزرتے رہے فرحت اور رنج کے نشیب و فراز کٹتے رہے ہجرت کے مدو جزر طے ہوتے رہے شمع رسالت کا پروانہ ساتھ ساتھ چلتا رہا آپ ﷺ کی زبان اقدس سے صادر ہونے والے جناب صدیق کے بارے مناقب کی ایک فہرست بنتی چلی گئی۔

کبھی ارشاد فرماتے ''اگر میں اپنے آپ کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا۔''
کبھی فرماتے: ''اے صدیق! تو جہنم کی آگ سے آزاد ہے۔'' کبھی فرماتے ہیں ''ابو بکر تو جنت میں ہوگا۔'' کبھی فرماتے: ''اے ابو بکر! تو پوری امت میں پہلا وہ شخص ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا'' کبھی فرماتے: ''اے ابو بکر تو حوض (کوثر) پر بھی میرا ساتھی ہے تو غار میں بھی میرا ساتھی ہے۔'' کبھی فرماتے: ''کسی قوم کے لیے مناسب نہیں کہ جس میں ابو بکر ہو اور وہ کسی اور امام بنائے۔'' کبھی فرماتے: ''میرے بعد لوگوں میں سے سب سے بہتر اور اچھا ابو بکر ہے۔'' کبھی فرماتے: ''مجھے جبرائیل ملے اور میں نے کہا کہ میری قوم نے میری تصدیق نہیں کی جبرائیل نے مجھے جواب دیا کہ تیری تصدیق ابو بکر نے کی اور وہ صدیق ہے۔''
کبھی فرماتے: ''جن پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے ابو بکر ان سب سے بہتر ہیں۔''
کبھی فرماتے: ''ایک آدمی جنت میں داخل ہوگا سب اس کو مرحبا مرحبا کہیں گے اور اے ابو بکر وہ جنتی تو ہوگا۔'' کبھی فرماتے: ''تمام لوگوں کا حساب کیا جائے گا سوائے ابو بکر کے۔'' کبھی فرماتے: ''میں جنت میں داخل ہوا، اسریٰ والی رات، تو میں نے حور عینا کو دیکھا جو بہت حسین وجمیل تھی میں نے اس سے پوچھا تو کس کے لیے ہے اس نے مجھے جواب دیا کہ جو آپ کے بعد خلیفہ ہوگا۔ (صدیق اکبر کے لیے)''
کبھی حاضرین مجلس کو فرماتے: ''تم پر ابھی جنتی آدمی ظاہر ہوگا اس کے بعد ابو بکر ظاہر ہوئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔'' کبھی فرماتے: ''ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔'' کبھی فرماتے: ''میں اسلام کی تلوار ہوں اور مرتدین کو ختم کرنے والی تلوار ابو بکر ہے۔''
اس طرح کے اقوال آپ علیہ السلام جناب صدیق اکبرؓ کے بارے میں ارشاد فرماتے رہتے، وقت چلتا رہا، چلتا رہا، دنیائے اسلام اپنی تابانیوں سے مزید نکھرتی رہی۔ خدا کے پیغامبر

اپنا فریضہ مکمل کر چکے تو وعدہ پورا ہونے کا وقت آن پہنچا ''کل نفس ذائقة الموت'' آپ اپنے مقام پر جا پہنچے اور آج بھی اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ حاضرین اور زائرین کا سلام سنتے ہیں...... اللہ ہمیں بھی اس در کی بار بار حاضری کی توفیق بخشے...... خدا کی امانت کو خدا کے حضور سپرد کر کے امت مرحومہ غم میں نڈھال تھی عمرؓ جیسا جری جوان بھی کہہ رہا تھا کہ ''جس نے کہا کہ نبی فوت ہو گئے میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔'' اس نازک وقت میں جناب صدیق اکبر نے امت کو سنبھالا اور فرمایا: ''اللہ آپ ﷺ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔'' ایک موت تو آپ پر آ گئی اور اس کے فوراً بعد حیات مل گئی اب یہ حیات قبر میں ختم نہ ہو گی یعنی دوسری موت نہیں آئے گی۔

اس کے بعد جب آپ خلیفہ بنے تو سب سے پہلے آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں معاشرے میں انصاف کی فراہمی کی یقین دہانی کرائی۔ چنانچہ فرمایا: ''اے لوگو! میں تم پر ولی بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم میں بہتر نہیں ہوں، لہذا اگر میں نیکی کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں برائی کروں تو مجھے سیدھے رستے کی تلقین کرو۔ سچی بات امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے جو تم میں کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے میں ان شاء اللہ اس کو اس کا حق دلواؤں گا اور جو تم میں قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے میں اس سے حق دلواؤں گا۔

اے لوگو! جس قوم نے خدا کی راہ میں جہاد کرنا ترک کیا اللہ نے اس قوم کو ذلیل و خوار کیا جس قوم میں گندے افعال رواج پا جائیں اللہ ان پر بلائیں نازل کرتا ہے۔ اے لوگو! جب تک خدا اور رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں خدا اور رسول کی نافرمانی کروں تو تم میری اطاعت نہ کرو۔'' یہ وہ خطبہ تھا جس کو اگر آج بھی لائحہ عمل بنا لیا جائے تو امن و عافیت کی بہاریں چل پڑیں اس ایک خطبے میں عوام اور حکمران دونوں کے لیے ایسے اصول اور ضوابط ہیں جن کو اپنا کر خوشحالی اور امن و سکون کی زندگی بسر کی جا سکتی ہے۔

27 جون 2010ء کو اسلام آباد کے ''ہل ویو ہوٹل'' میں صبح 10 بجے علماء، پروفیسرز، لیکچررز، دانشوروں اور تعلیم یافتہ حضرات کا ایک جم غفیر جمع تھا۔ ان سب کے آنے کا واحد مقصد اس شخصیت کی جناب میں خراج عقیدت پیش کرنا تھا جس کو دنیا ''امام اعظمؒ '' کے مبارک نام سے یاد کرتی ہے۔

محسن ملت محمدیہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامہ ہائے زندگی کو بیان کرنے کے لیے ''اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ'' ...... جو خالص علمی اور نظریاتی جماعت ہے...... نے ایک سیمینار بنام امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا انعقاد کیا تھا۔ جس کا مقصد ساری دنیا کو یہ پیغام دینا تھا کہ دین محمدی کی آسان اور عام فہم تعبیر فقہ حنفی کو بطور قانون نافذ کیا جائے تاکہ توحید وسنت، امن پسندی اور انصاف کی فراہمی عام ہو سکے۔

اجلاس میں ملک کے مختلف گوشوں سے تشریف لانے والے حضرات میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے امیر مولانا عبدالحفیظ مکی، ماہنامہ وفاق المدارس العربیہ کے مدیر مولانا ابن الحسن عباسی، مولانا قاضی ارشد الحسینی، پلندری آزاد کشمیر سے مولانا سعید یوسف، پیر طریقت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی، محترم جناب اذکیا ہاشمی، مولانا رضوان عزیز ودیگر اہل علم حضرات نے شرکت کی۔ اسٹیج کی صدارت مولانا قاری یٰسین صاحب فرما رہے تھے جب کہ نقابت کی ذمہ داریاں مولانا عبدالشکور حقانی کی سپرد تھیں۔ سیمینار کے آرگنائزر مولانا شفیق الرحمٰن صاحب نے آنے والے تمام قائدین اور عمائدین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

علماء اور جدید تعلیم یافتہ حضرات کے مابین جو خلیج حائل کی گئی تھی، وہ خلیج آج دم توڑ رہی

تھی۔ لیکچررز، پروفیسرز، علماء، دانشور، یونیورسٹیز کے طلباء وغیرہ سب مل کر اپنے عظیم محسن کو خراج عقیدت پیش کر کے اپنے عزائم کی تجدید کر رہے تھے۔ وہ منظر بہت ہی سہانا تھا، مکمل ڈسپلن اور سلیقہ شعاری کے ساتھ تمام سامعین نہایت توجہ سے آنے والے مقررین اور مقالہ نگاروں کی گزارشات کو سماعت کر رہے تھے۔

مقررین نے مشترکہ طور پر ''اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ'' کے مرکزی ناظم اعلیٰ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ اور پروگرام کے آرگنائزر مولانا شفیق الرحمٰن کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس طرح کا پروگرام سجا کر سب کو مل بیٹھ کر اپنے محسن امام ابوحنیفہ کے کارنامہ ہائے زندگی کا ذکر کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے ایک فکر اور ایک سوچ مہیا کی۔

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے پالیسی ساز خطاب کرتے ہوئے کہا: ''تکمیل دین کا کام اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا، تنفیذ دین کا کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے، تدوین دین کا کام امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور تطہیر دین کا کام اللہ تعالیٰ نے علماء اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند سے لیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم اہل السنۃ والجماعۃ پر لوگوں کا یہ الزام بالکل بے جا اور غلط ہے کہ ہم اپنے مذہب کو محمدی کے بجائے حنفی کیوں کہتے ہیں؟ اس لیے کہ مذہب رستے کو کہتے ہیں، منزل کو نہیں۔ ہماری منزل یقیناً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن ہمارا رستہ ابوحنیفہ ہے۔''

اپنی جماعت کا کاز اور مشن واضح کرتے ہوئے مولانا الیاس گھمن حفظہ اللہ نے دو ٹوک لفظوں میں کہا کہ ''ہماری جماعت نہ تو سیاسی ہے اور نہ ہی عسکری۔ بلکہ خالص نظریاتی جماعت ہے۔''

انہوں نے کہا کہ ''اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ'' کے اغراض ومقاصد یہ ہیں:

1: فقہاء احناف کی تشریحات کے مطابق قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کرنا۔

2: اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد ومسائل کی اشاعت کرنا۔

3: امت مسلمہ سے فرقہ واریت کو ختم کرنے اور اس کو متحد رکھنے کے لیے اکابر امت پر اعتماد کی فضاء قائم کرنا۔

4: تمام شعبہ ہائے زندگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنا اور جاری وساری رکھنا۔

5: پاکستان کے استحکام، سالمیت اور قومی یکجہتی کے لیے بھرپور کوشش کرنا۔

جماعتی کارگزاری کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ الحمدللہ عرصہ چار سال میں ہم نے باوجود وسائل کی کمی کے، سہ ماہی مجلّہ قافلہ حق، تحقیق المسائل کے نام سے سی ڈیز، آڈیو ویڈیو بیانات، مختلف موضوعات پر پوسٹرز، تخصص فی التحقیق والدعوۃ کے نام سے ایک سالہ کورس اور ملک کے مختلف شہروں میں لائبریریاں قائم کی ہیں اور اپنی بات کو پوری دنیا میں نشر کرنے کے لیے ''احناف میڈیا سروس'' کا قیام عمل میں لا چکے ہیں۔ جن سے ملک اور بیرون ملک الحمدللہ بھرپور استفادہ کیا جارہا ہے اور مسلک اہل السنۃ کے بارے لوگوں کے شبہات زائل ہورہے ہیں۔ اس موقع پر ملکی میڈیا نے مکمل کوریج کی، روزنامہ اسلام، ڈان نیوز، جیو نیوز، احناف میڈیا سروس ودیگر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا الیاس گھمن نے کہا کہ ہم ملک میں فقہ حنفی کا نفاذ چاہتے ہیں اور اس کے لیے علمی جدوجہد کرنا ہمارا بنیادی حق ہے۔ ہم تشدد کی زبان پر قطعاً یقین نہیں رکھتے۔ دلائل کے بل بوتے ہم یہ حق ضرور رکھتے ہیں کہ اپنے مسلک کے فروغ اور تنفیذ کا کام کریں اور ہم اس کے لیے بھرپور محنت کررہے ہیں۔

آخر میں تمام شرکاء سیمینار کے لیے سہ ماہی قافلہ حق اور ماہنامہ بنات اہلسنت کا ہدیہ پیش کیا گیا۔ سیمینار کا مقصد فقہ حنفی کا نفاذ تھا جن کے لیے علمی کاوشیں جیسے ہمارے بڑوں نے کی ہیں، ہمیں بھی کرنا ہوں گی۔ اتحاد اہل السنۃ اس نفاذ کے لیے سرتوڑ محنت کررہی ہے اللہ تعالیٰ مزید ترقیوں سے نوازے۔

''اے اللہ! میرے بیٹے کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھنا۔ اے اللہ! اسے بُرے دوستوں کی صحبت نے برا کر دیا۔ اے میرے مولا! اسے صراطِ مستقیم دکھا، اے بادشاہوں کے بادشاہ! تجھے تیری بادشاہت کا واسطہ؛ مجھے میرے بیٹے سے صرف ایک بار ملوا دے، اے میرے مولا! میرے لعل کو واپسی کا راستہ دکھا دے۔ اے خالق کائنات! اک ماں تیرے سامنے جھولی پھیلائے بیٹھی ہے اپنے بیٹے کی خیر و عافیت کی دعا مانگتی ہے۔'' اور پھر اس کی آواز سسکیوں میں بدل گئی، وہ رات کے اس پہر جس میں تمام لوگ محو خواب ہوتے ہیں اپنے بیٹے کی خیر و عافیت کی دعا مانگ رہی تھی۔

☆☆☆

وہ رات کے آخری پہر اپنے بیٹے کا انتظار کر رہی تھی، اس کی نگاہیں دروازے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اس کا شوہر اور اس کے بچے اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے مگر ماں کا دل تو شاید اللہ نے اولاد ہی کی محبت کے لیے بنایا ہے، وہ آج بھی ہر روز کی طرح اپنے بیٹے عمران کا انتظار کر رہی تھی جسے وہ اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتی تھی جس کے لیے وہ ہر ایک سے لڑنے کو تیار ہو جاتی تھی، جس کے آنسو اسے تڑپا دیتے تھے۔

وہ ہر وقت اپنے عمران کے مستقبل کے بارے میں سوچتی رہتی اس کی ساری کی ساری امیدیں اپنے بیٹے سے وابستہ تھیں۔ اللہ نے اسے تین بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا تھا ان میں سب سے بڑا عمران تھا، لائق اور فرماں بردار، ہر ایک کی آنکھوں کا تارا! مگر پھر قسمت نے عجیب کھیل کھیلا۔ بُرے دوستوں نے اسے نشے کا عادی بنا دیا۔ برے لوگوں کی بری صحبت نے اسے آوارہ، بے پروا، نالائق، نافرمان اور نجانے کیا کیا بنا دیا! پھر ایک دن ایک طوفانی رات میں

اس نے اپنی ماں کے زیورات پکڑے، گھر کا قیمتی سامان لیا اور گھر والوں کو خیر باد کہتے ہوئے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ گیا۔ آج اسے چار سال بیت گئے مگر اس کی خیر خبر اس کے ماں باپ تک نہ پہنچی اسے ہر جگہ تلاش کیا گیا مگر وہ کہیں نہ ملا۔

اس کے بہن بھائیوں نے اس کو بھلا دیا مگر اس کی ماں ہر پل اسے یاد کرتی۔ راتوں کو اٹھ کر اپنا آنچل پھیلا کر اپنے رب سے اپنے بیٹے کی واپسی کی دعائیں مانگا کرتی تھی، اس کے آنسو اس کے آنچل کو بھگو دیتے مگر وہ اس بات سے بے خبر اپنے بیٹے کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی ہوتی اسے ہر پل اپنے بیٹے کا انتظار رہتا، وہ ہر گھڑی اپنے بیٹے کے قدموں کی آہٹ کو ترستی۔

بادل کی گرج، بجلی کی چمک، موسلا دھار بارش اور اندھیری رات میں دروازے پر دستک ہوتی ہے اندر سے آواز آتی ہے ''کون؟'' دستک دینے والا خاموش رہتا ہے۔ دستک ایک مرتبہ پھر ہوتی ہے۔ دوسری مرتبہ آواز آتی ہے ''ارے بھئی کون ہے؟ کوئی بولے گا بھی یا نہیں؟'' باہر سے آواز آتی ہے ''آپ کا بیٹا'' دروازہ فوراً کھلتا ہے اور ایک ماں اپنے برسوں کے بچھڑے بیٹے سے ملتی ہے سارے شکوے بھلا کر اسے گلے سے لگا لیتی ہے اس کی پیشانی پر بوسوں کی برسات کر دیتی ہے حالانکہ اس ماں کو بیٹے سے ہزاروں شکوے کرنے چاہیے تھے اس کے لیے دروازہ بھی نہیں کھولنا چاہیے مگر ''ماں تو ماں ہوتی ہے۔''

یہ ایک ماں کا ردِ عمل تھا جو اپنے بچھڑے ہوئے بیٹے سے اس قدر خوشی سے ملی ذرا سوچیے ایک نہیں، دو نہیں، ستر ماؤں سے بھی زیادہ کا پیار جس ذات کے اندر موجود ہے وہ ہم سے کتنا پیار کرتا ہے۔ آیئے! اپنے رب کا پکاریں؛ ہزار ہا برس بھی گناہ کر کے اس کے دروازے پر جائیں تو وہ ہم سے کوئی شکوہ نہیں کرے گا بلکہ اپنی رحمت سے گناہوں پر بھی پردہ ڈال دے گا۔ اس لیے اس کا اعلان ہے: ''**یاایھا الانسان ما غرک بربک الکریم.**'' اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم سے دھوکے میں ڈالا۔ آیئے! اپنے رب کو منالیں اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے اور زندگی والی مہلت بھی ختم ہو جائے!!!

آج کے اس پر فتن دور میں کہ جہاں ہر سو فحاشی اور بے حیائی کا دور دورہ ہے جہاں پر محض اپنے ایمان کی حفاظت کر لینا ہی محال نظر آتا ہے۔ جس معاشرے نے جس تہذیب نے گھر کی شہزادی کو بازار کی زینت بنا کر رکھ دیا جس قدر قصور ''روشن خیالی'' کے نعرے لگانے والوں کا ہے اسی قدر قصور ہمارا بھی ہے کہ ہم نے ان بے راہ رویوں کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ نے ''الکبائر'' میں ایک حدیث نقل کی ہے......کافی تفصیل کے ساتھ فرماتے ہیں ...... ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ کو ملنے کے لیے حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ کے محبوب ﷺ زار و قطار رو رہے ہیں آپ ﷺ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو چکی ہے حضور ﷺ کو اس طرح دیکھ کر دونوں حیران ہوئے اور پوچھا: ''اے اللہ کے محبوب ﷺ! مَایُبْکِیکَ؟ آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے؟ آپ کیوں رو رہے ہیں؟''

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''فاطمہ! میں جب معراج پر گیا تھا تو جہنم میں، میں نے کچھ عورتوں کو عذاب ہوتے دیکھا تو اب مجھے میری امت کی عورتوں کی یاد آ گئی تو میں نے ان کی وجہ سے رو رہا ہوں۔'' حضرت فاطمہ ؓ پوچھتی ہیں: ''اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ نے ان عورتوں کو کیسا دیکھا؟'' تو جواب میں نبی علیہ السلام نے فرمایا: ''اے فاطمہ! میں نے پہلی عورت کو دیکھا کہ وہ جہنم کے اندر اپنے بالوں کے ذریعے لٹکی ہوئی ہے اس کا جسم جل رہا ہے اور اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح اُبل رہا ہے۔''

اب بتائیں کہ بالوں سے اگر کسی نوجوان کو پکڑیں تو اس کے بھی آنسو آ جاتے ہیں

عورتوں کے بال ویسے بھی قدرے لمبے ہوتے ہیں ہم نے دیکھا ہے کہ معصوم بچہ بھی جب ماں کے بال کھینچے تو آنسو نکل آتے ہیں، جب ذرا سا کھینچنے کی تکلیف اتنی ہے تو اگر پورے بدن کو بالوں پر لٹکا دیا جائے تو پھر کیا بنے گا؟

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب گوشت ''روسٹ'' ہوتا ہے، مشین لگی ہوتی ہے اور گوشت آگ میں گھوم رہا ہوتا ہے مجھے تو وہی منظر یاد آتا ہے کہ اللہ بھی بالوں سے لٹکائیں گے اور نیچے سے آگ جسم کو جلا رہی ہوگی۔

پھر پوچھا اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ سزا کس وجہ سے ہو رہی تھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ وہ عورت تھی جو اپنے بالوں کو کٹواتی تھی اور بے پردہ ننگے سر گھومتی تھی۔''

آج کل نوجوان بچیوں کو ڈوپٹے بوجھل نظر آتے ہیں۔ پردہ ان کو سزا محسوس ہوتا ہے قیامت کے دن اللہ انہیں بالوں کے ذریعے جہنم میں لٹکائے گا اگر خود اپنے ہاتھ سے اپنے بال کھینچ کر تکلیف کا اندازہ اور احساس کریں تو ہمیں شریعت کی ہر پابندی آسان نظر آنے لگے۔

آخر میں خداوند ذوالجلال سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں ہر قسم کے شر اور فتنے سے محفوظ فرمائے اور ہمیں کامل ایمان عطا کرے۔

وطن تو آزاد ہو چکا دل ودماغ ہیں غلام اب بھی
پیے ہوئے ہیں شرابِ غفلت یہاں پہ خاص وعام اب بھی
میرے مئے خانہ وطن کا ہے کہنہ نظام اب بھی
کسی پہ جام شراب جائز کسی پہ پانی حرام اب بھی
غلط ہے تیرا یہ نعرہ ساقی کہ بدل چکا ہے نظامِ محفل
وہی شکستہ سی بوتلیں ہیں وہی شکستہ سے جام اب بھی

ڈاکٹر صاحب تھوڑے بہت تو پیسے میں کرلوں گی لیکن ایک لاکھ روپے تو نہیں ہوسکتے میں تقریباً روتے ہوئے بولا۔اب یہ تمہارا مسئلہ ہے کہ تم نہیں کرسکتے یا کرسکتے ہو۔وہ اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے بولا۔

ڈاکٹر کو رخصت کرنے کے بعد میں پھر سوچ میں پڑ گیا ایک لاکھ روپے۔وہ بھی کل تک۔قریب تھا کہ میں چکراتا اور گر پڑتا لیکن میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کمرے کی طرف چل دیا۔

میں اکلوتا بیٹا تھا جب چھٹی جماعت میں تھا تو ایک حادثے میں ابو اللہ کو پیارے ہوگئے اب صرف میں اور امی ہی رہ چکے تھے۔ابو کی تھوڑی بہت پنشن تھی جس سے گھر کا خرچ چل جاتا تھا۔میری عمر بھی اتنی نہ تھی کہ کوئی کام کرتا۔ہمارے اس چھوٹے سے گھرانے میں پھر بھی ہمیشہ خوشی ہی ہوتی کبھی بھی امی نے مجھے ابو کی کمی نہ محسوس ہونے دی۔امی کی اچھی تربیت کی وجہ سے میں بھی ان کی ہر بات مانتا کبھی بھی ان کی بات پر ''نہیں'' نہیں کہا۔

پچھلے دنوں میری امی کینسر کے مرض میں مبتلا ہوگئی تھیں اور اب ڈاکٹر علاج کے لیے ایک لاکھ روپے مانگ رہا تھا میرے میٹرک کے امتحان بھی تھے اور ساتھ میں امی کی بیماری۔دودو پریشانیاں میرے سر پر تھیں۔شاید میرے رب کی آزمائش تھی۔میری تو نہ نوکری تھی اور نہ ہی علاج کے لیے پیسے تھے اور تو اور سکول جاتے وقت پاکٹ منی بھی امی ہی دیتیں۔کہہ بھی کیا سکتا تھا امی کا دل رکھنے کے لیے روتا بھی نہ تھا۔امی کو خوش رکھنے کے لیے اپنے آپ کو ہمیشہ خوش ہی ظاہر کرتا۔ماں نے کبھی کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا تو سکھایا ہی نہ تھا۔بس!خدا سے ہی مانگنے کی اجازت

تھی اور مجھے بھی اپنے رب پر سو فیصد یقین تھا۔

عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد امی کو دوائی دی اور کمرے میں چلا گیا۔ جائے نماز ڈالی اور اپنے رب کے آگے عاجزی وانکساری سے دعائیں شروع کر دیں۔ رو رو کر میرا برا حال ہو رہا تھا۔ جائے نماز آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔ نیند تو مجھ سے کوسوں دور تھی۔ مساجد سے آذانوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اپنے رب کو قریب پانے لگا تو رات کا بھی پتہ نہ چلا۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ اس وقت کون ہو سکتا ہے؟ میں اٹھا اور دروازے کھولنے چلا گیا۔

بیٹا! یہ تمہارے ابو کی امانت کہہ کر مدین چچا میری طرف ایک لفافہ بڑھائے ہوئے بولے: ''اور یہ میری طرف سے ایک خط بھی ہے۔''

وہ تو کاغذ دے کر چلے گئے۔ لیکن میں حیرانگی سے ان کو دیکھتا ہی رہا۔ کاغذ کھولا تو لکھا تھا: ''بیٹا! تمہارے ابو نے مجھے ایک لاکھ روپے امانت کے طور پر دیے تھے جو مجھ سے خرچ ہو گئے میں نے ارادہ کیا کہ جب مجھے پنشن ملی تو دوں گا۔ کل مجھے رات کو رقم مل گئی تو آج سب سے پہلے تمہارے ابو کی امانت لوٹانے آیا ہوں۔''

خط پڑھ کر بند کیا تو میری آنکھوں میں آنسو تھے۔ شاید میری التجائیں قبول ہو گئیں تھیں مجھے رب پر بھروسہ تھا تو واقعی اس نے میری مدد کی۔ اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لیے میں سربسجود ہو گیا۔

میٹھی مرچیں بچے من کے سچے

دو بچے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

پہلے بچے نے پوچھا۔۔۔۔۔۔۔۔تمہارے ابو کی کیا عمر ہے؟

دوسرا بولا: جو میری عمر ہے

پہلا دوست حیرت سے بولا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ کیسے؟

دوسرا بولا: جب میں پیدا ہوا تب ہی تو وہ میرے ابو بنے۔۔۔۔۔۔

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

زینب نام، ام الحکیم کنیت، تعلق قبیلہ قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے ہے۔

سلسلہ نسب:

زینب بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن سعد بن خزیمہ۔

والدہ کا نام امیمہ تھا جو عبدالمطلب جد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں اس بنا پر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

اسلام:

نبوت کے ابتدائی دور میں اسلام لائیں اسد الغابہ ج5 ص463 میں ہے **کانت قدیمة الاسلام** کہ وہ قدیم الاسلام تھیں۔

نکاح:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ تھے، ان کا نکاح کر دیا۔ اسلام نے دنیا میں مساوات کی جو تعلیم رائج کی ہے اور پست و بلند کو جس طرح ایک جگہ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے، اگرچہ تاریخ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں لیکن یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ قریش اور خصوصاً خاندان ہاشم کو تولیت کعبہ کی وجہ سے عرب میں جو درجہ حاصل تھا اس کے لحاظ سے شاہان یمن بھی

ان کی ہمسری کا دعوی نہیں کر سکتے تھے لیکن اسلام نے محض تقوی کو بزرگی کا معیار قرار دیا اور فخر وادعاء کو جاہلیت کا شعار ٹھہرایا ہے، اس بنا پر اگرچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بظاہر غلام تھے تاہم چونکہ وہ مسلمان اور مرد صالح تھے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ حضرت رضی اللہ عنہا کا عقد کر دینے میں کوئی مضائقہ نہ ہوا۔

تقریبا ایک سال تک دونوں کا ساتھ رہا لیکن پھر تعلقات قائم نہ رہ سکے اور نوبت طلاق تک جا پہنچی چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی۔

حرم نبوت میں آنا:

عرب میں ایک جاہلیت کی رسم تھی کہ جسے متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا) بنایا جاتا تھا اسے حقیقی بیٹا ہی تصور کیا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبنی کی مطلقہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کر کے اس جاہلانہ رسم کا قلع قمع کیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اس میں حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔

روایت حدیث:

روایتیں کم کرتی تھیں کتب حدیث میں ان سے صرف گیارہ روایتیں منقول ہیں۔ راویوں میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا، محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور کلثوم بنت طلق شامل ہیں۔

اخلاق:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت زینب نیک خو، روزہ دار، ونماز گذار تھیں۔

(زرقانی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی عورت زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ دیندار، پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، مخیّر اور خدا کی رضاجوئی میں

زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔

زہد وتقویٰ:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا زہد وتقوی اور تورع میں یہ حال تھا کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی اور اس تہمت میں خود حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن حمنہ شریک تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اخلاقی حالت دریافت کی تو انھوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ''**ما علمت الا خیرا**'' مجھ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھلائی کے سوا کسی چیز کا علم نہیں۔

عبادت میں نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ مصروف رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں مال تقسیم کر رہے تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس معاملے میں کچھ بول اٹھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے درگذر کرو یہ ''اواہ'' ہیں (یعنی خشوع خضوع اور تواضع واتقوی والی ہیں)

(اصابہ ج۸ ص۳۹)

وفات:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا تھا کہ تم میں مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔ یہ استعارہ فیاضی کی طرف اشارہ تھا لیکن ازواج مطہرات اس کو حقیقت سمجھیں چنانچہ باہم اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فیاضی وسخاوت کی بنا پر اس پیشین گوئی کا مصداق ثابت ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت جو نو بیویاں چھوڑیں تھیں ان میں سب سے پہلے ان ہی کی وفات ہوئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۳۵ سال کی عمر عزیز پائی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ ان سے راضی ہوں اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

سوال:

میں نے ایک سوال پوچھنا ہے ہمارے گھر میں بڑی عمر کی عورتیں ہمیں کہتی ہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد جائے نماز (مصلیٰ) کو الٹا کر دینا چاہیے۔ ورنہ شیطان اس پر نماز پڑھتا ہے۔ مولانا صاحب! کیا واقعی شیطان نماز ادا کرتا ہے اور جائے نماز کو الٹ دینا چاہیے؟

جواب:

اللہ تعالی ہدایت عطا فرمائے! ایسی کوئی بات شریعتِ محمدیہ میں نہیں ہے۔ شیطان نماز نہیں پڑھتا۔ ہاں! جائے نماز یا مصلی وغیرہ کو الٹا کر دینا اس لیے ہوتا ہے تاکہ خراب نہ ہو اور گندے پاؤں اس پر نہ پڑیں۔

واللہ اعلم بالصواب

سوال:

میں ساتویں کلاس کی طالبہ ہوں ہمارے اسکول کے باہر ایک شخص بیٹھا رہتا ہے۔ جو لوگوں کے ہاتھ دیکھ کر بتلاتا ہے کہ تمہاری زندگی لمبی ہے۔ تمہاری شادی کس سن میں ہوگی۔ تمہارے کتنی اولاد ہوگی اور اس طرح کی بہت سی باتیں۔ آج کل تو اس کے پاس رش نہیں ہوتا اِکا دُکا لوگ ہوتے ہیں۔ میں نے آپ سے یہ پوچھنا تھا کہ کیا ہاتھ کی لکیروں سے واقعی زندگی موت کے فیصلے سمجھ آسکتے ہیں؟

جواب:

اللہ آپ کو نور ہدایت عطا فرمائے، میری بہن! ان لوگوں کو نجومی یا پامسٹ کہتے ہیں ان کا کاروبار سراسر غلط اور ناجائز ہے اور جو لوگ ان کی باتوں پر دل سے یقین رکھتے ہیں وہ اسلام سے خارج ہیں۔ مسلم شریف میں ایک روایت ہے کہ جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ ہوں گی۔ اسی طرح مسند احمد اور ابوداؤد میں ایک روایت ہے کہ تین اشخاص اس دین سے بری ہیں جو محمد ﷺ پر نازل ہوا: ایک ان میں وہ بھی ہے جو کاہن کی باتوں کی تصدیق کرے۔ اس کے ساتھ ایک وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہماری بعض اخبارات میں ایک صفحہ ہوتا ہے۔ جس پر اس طرح کے عنوانات درج ہوتے ہیں:

کل کا دن کیسا رہے گا؟ آپ کا یہ ہفتہ کیسا رہے گا؟ وغیرہ وغیرہ۔ اخبارات کے ایڈیٹر حضرات کو بھی چاہیے کہ اس کی جگہ اسلامی تعلیمات یا پھر معلومات عامہ کو جگہ دیں۔ اس سے نہ صرف غلط قسم کے لوگوں کے کاروبار کو فروغ ملتا ہے بلکہ اخبارات کے قارئین وقاریات کے ایمان بھی متزلزل ہوتے ہیں۔ یہ تمام غیب کی باتیں ہیں۔ جنہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی بھی نہیں جانتا۔ اللہ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

واللہ اعلم بالصواب

پانی

☆ پانی اگر صحیح وقت پر پیا جائے تو انسانی جسم میں اسکی افادیت بڑھ جاتی ہے۔

☆ جاگنے کے بعد (2) دو گلاس پانی پینے سے جسم میں اندرونی اعظاء حرکت میں آجاتے ہیں۔

☆ کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے (1) ایک گلاس پانی کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔

☆ نہانے سے پہلے (1) ایک گلاس پانی بلڈ پریشر کم کرنے میں مدد دیتا ہے۔

☆ سونے سے پہلے ایک گلاس پانی دل کا دورہ پڑنے کے امکانات کم کرنے میں مدد دیتا ہے۔

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ میں نے کئی خواب دیکھے ہیں میں ان کی تعبیر پوچھنی ہے۔ ایک رات کو میں نے بہت سی بھینسیں دیکھی ہیں جن کو میں نل سے پانی پلا رہی ہوں۔ ایک رات میں نے دو بھینسیں دیکھیں جن کو میں ایک تلاب میں پانی پلا رہی ہوں اور نہلا رہی ہوں۔ ایک رات میں نے چار بھینسیں دیکھی دو تو بہت زیادہ خوبصورت ہیں اور دو کوئی عام سی بھینسیں ہیں۔ ایک رات کو میں نے ایک سڑک پر بھینس دیکھی جو مردہ حالت میں تھی میں اس کے ٹکڑے کر کر کے پھینک رہی ہوں۔ میں نے پوچھنا یہ ہے کہ پانی اور بھینس دیکھنا کیسا ہے؟

تحصیل و ضلع نارووال بمقام سراج

محترمہ! آپ نے اپنا نام نہیں لکھا اور نہ دیگر تفصیلات۔ خواب کی تعبیر میں ان چیزوں کا بہت دخل ہوتا ہے۔ آپ سے اور خواب کی تعبیر دریافت کرنے والے دیگر قارئین وقاریات سے گزارش ہے کہ تعبیر معلوم کرنے کے لیے خواب روانہ کرتے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں۔ اپنا نام مکمل لکھیں، خواب کب دیکھا؟ موسم کی وضاحت کریں اور یہ بتلا دیا کریں کہ وقت کون سا تھا؟ دن یا رات کے کس حصہ میں خواب دیکھا؟ اس کا ذکر بھی کر دیا کریں۔ یہ تفصیلات شائع نہیں کی جائیں گی۔ اسی طرح اگر نام کی اشاعت مقصود نہ ہو تو لکھ دیا کریں۔ بہر حال خواب میں بھینس اور پانی دیکھنا اچھا ہے، آپ فکر مند نہ ہوں۔

☆☆☆

محترم مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! میں نے اپنے والد صاحب کو اکثر اپنے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ مجھ سے سخت ناراض ہیں۔ وہ مجھے خواب میں اکثر مارتے ہیں اور بہت

غصہ میں ہوتے ہیں۔ میری والدہ الحمدللہ زندہ ہیں اور مجھ سے بہت خوش ہیں۔ اس کے علاوہ میں والد صاحب کے اعزہ واقارب سے صرف والد صاحب کی وجہ سے تعلقات بہتر رکھتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسا کام نہ ہو جس سے والد صاحب ناراض ہوں، لیکن اس کے باوجود وہ مجھ سے خواب میں خوش نہیں ہوتے ہیں۔ میں کافی پریشان ہوں، براہ کرم مجھے بتائیں کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے اور مجھے کیا کرنا چاہیے؟

عبدالوحید، اسلام آباد

یہ خواب اس چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ کی طرف سے والد صاحب کو ایصال ثواب میں کوتاہی ہو رہی ہے، اس طرف خصوصی توجہ کریں اور والد صاحب کی طرف سے کسی صدقۂ جاریہ کا انتظام کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے والد گرامی کی مغفرت فرمائیں۔

☆☆☆

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ سہ روزہ لگانے کے لیے تبلیغی جماعت میں گیا، گشت کر کے واپس آیا تو دیکھتا ہوں کہ نماز ہو رہی ہے۔ میں بھی جماعت سے نماز پڑھنے لگا۔ اب مجھے لگا کہ خود اللہ تبارک وتعالی نماز پڑھا رہے ہیں اور جب میں نے سجدہ کیا تو میں نے سجدہ اللہ تعالی کے دونوں پیروں کے بیچ میں کیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی، میرا سارا جسم پسینہ سے بھرا ہوا تھا، مجھے خوف سا محسوس ہو رہا ہے۔ براہ مہربانی مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں؟

محمد اکبر خان، مردان

ڈرنے کی کوئی بات نہیں خواب کا معاملہ بیداری سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ ماشاءاللہ یہ بہت عمدہ خواب ہے، اس کی تعبیر یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کا کام اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے، اور اس میں اخلاص کے ساتھ اور اصولوں کے مطابق کام کرنے والوں کا اللہ پاک کے یہاں اونچا مرتبہ ہے۔ آپ اس مبارک کام میں جی جان سے مزید محنت کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دین کی محنت کے لیے قبول فرمائیں۔

کاؤس (مراکشی ڈش)

اجزاء:

گوشت: آدھا کلو	مرغی: آدھا کلو
مٹر: ایک پیالہ	شلجم: آدھا پاؤ
گاجر: ایک پاؤ	نمک: حسب پسند
ٹماٹر: چھ عدد	تج: چار عدد
لونگ: چار عدد	زعفران: چٹکی بھر
سویاں: ایک کپ	پانی: تین کپ
کشمش: مٹھی بھر	گھی: حسب ضرورت

ترکیب:

تمام سبزیاں چھیل کر دھولیں اور ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں۔ ٹماٹر لمبائی میں کاٹ لیں۔ پھر دیگچی میں گھی گرم کر کے گوشت اور مرغی کے ٹکڑے اس میں ڈالیں۔ نمک، گاجر، شلجم، ٹماٹر، پیاز، مٹر، تج، لونگ اور زعفران بھی ساتھ ڈال دیں۔ کچھ دیر بھوننے کے بعد اس قدر پانی ڈالیں کہ سب چیزیں گل جائیں۔ سویوں کو الگ ابال لیں اور جب تمام اشیاء گل جائیں تو پلیٹ میں نکال کر اوپر سویاں ڈالیں اور پھر کشمش کو بھی ہلکا سا ابال کر اوپر چھڑک دیں۔ اب اس پر ٹماٹر کی چٹنی ڈال دیں۔ بہت ہی لذیذ اور عمدہ ڈش تیار ہو گی۔ اس ڈش کو مراکشی زبان میں ''کاؤس'' کہا جاتا ہے۔ آپ جو چاہیں نام رکھ لیں لیکن ہمیں اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

یہ شکار گاہ عام نہیں تھی، سلطنت کا شہزادہ ہی یہاں شکار کھیل سکتا تھا۔ اس وقت وہ اپنے پورے دستے کے ساتھ شکار کے لیے نکلا ہوا تھا۔ جانوروں کو جھاڑیوں اور کھائیوں سے نکالنے کے لیے سپاہی دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اچانک ایک سپاہی کی نظر ایک اجنبی پر پڑی سپاہی بڑا حیران ہوا کہ یہ کون گستاخ ہے؟ اور یہاں کیا کر رہا ہے؟ اس نے گھوڑے کا رخ اس کی طرف موڑا۔ کچھ ہی دیر کے بعد وہ اس کا راستہ روکے کھڑا تھا۔

''منحوس شخص! یہاں کیا کر رہا ہے؟ تجھے نہیں معلوم یہ شاہی شکار گاہ ہے''

اجنبی کوئی عام شخص نہیں تھا۔ ان کا نام شیخ جمال الدین ایرانی تھا۔ ان کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ ایک پرہیز گار اور نیک انسان ہیں۔ مگر تاتاری سپاہی تو اسے ایک شکست خوردہ قوم کا؛ فرد سمجھتا تھا اور اسے بھلا ایک عالم دین سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز دے کر بلایا اور شیخ کو گرفتار کر لیا۔ تاتاری سپاہی اپنے قیدی کو شہزادے کے سامنے لے گئے اس شہزادے کا نام ''تغلق تیمور'' تھا اور وہ تاتاریوں کے ایک بڑے قبیلے چغتائی کا ولی عہد تھا۔ ایران پر اب اسی قبیلے کی حکومت تھی۔ وہ شیخ جمال الدین کو دیکھ کر بڑا برہم ہوا اور اس کی زبان سے نکلا: ''تم اچھے ہو یا میرا یہ کتا؟''

شیخ جمال الدین شہزادے کی نفرت انگیز بات کے جواب میں بولے: ''اگر میں اپنے خدا کی پیروی کروں تو میں اچھا ہوں ورنہ یہ کتا مجھ سے اچھا ہے۔'' شیخ کے اس جملے نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اس نے حکم دیا: ''اس ایرانی کو شکار کے بعد پیش کیا جائے''

شکار کے دوران تغلق شہزادہ، شیخ کی بات پر غور کرتا رہا، شکار سے فارغ ہوتے ہی اس

نے شیخ کو طلب کیا شیخ آئے تو اس نے وہاں موجود تمام لوگوں کو خیمے سے باہر نکال دیا، پھر بولا:
''اے ایرانی! آخر بتاؤ تو سہی تمہارا دین کیا ہے؟ جس پر تمہیں اتنا ناز ہے۔''

شیخ اسی بہادری اور اعتماد سے بولے: ''شہزادے! ہمارا دین مجھے، تمہیں، اس دنیا کے ہر انسان کو، یہ بتاتا ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے، ہر انسان نے مر جانا ہے اور مر کر اپنے رب کے سامنے پیش ہونا ہے۔ پھر اس کا رب اس سے پوچھے گا کہ تم نے زندگی اچھے انسان کی طرح بسر کی یا برے انسان کی طرح؟ اگر وہ برا انسان ہوا تو اسے کبھی نہ ختم ہونے والے عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا اور اگر وہ اچھا ہوا تو اسے دل پسند زندگی نصیب ہوگی۔''

شہزادے کے لیے دین کی یہ تشریح بڑی سادہ، صاف اور دل کو لگنے والی تھی۔ اس نے کہا:
''اے شیخ، مجھے اپنے دین کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ''

شیخ نے اسے اسلام کے متعلق مزید بتایا، پھر اس کے ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیا۔
اس گفتگو نے تغلق شہزادے کو ہلا کر رکھ دیا۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر کہنے لگا: ''اے شیخ! اگر میں اس وقت ایمان لے آیا تو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ لیکن اگر میں نے بادشاہ بننے کے بعد اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تو ساری رعایا مسلمان ہو جائے گی۔ میں دل سے اسلام قبول کرتا ہوں لیکن اس کا اعلان بادشاہ بننے کے بعد کروں گا۔''

شیخ جمال الدین نے شہزادے کے فیصلے کو درست قرار دیا۔
شہزادہ پھر بولا: ''اے بزرگوار، اب آپ جائیے اور جب میں تخت پر بیٹھوں تو بے دھڑک میرے پاس چلے آئیے اور میرا وعدہ مجھے یاد دلائیے!''

☆☆☆

شیخ جمال الدین، شہزادے کے کہنے کے مطابق خاموشی سے واپس چلے گئے اور شہزادے کے بادشاہ بننے کا انتظار کرنے لگے۔ دن، ہفتوں میں بدلے اور ہفتے مہینوں میں۔ اسی طرح کئی برس گزر گئے لیکن شہزادے کے بادشاہ بننے کی خبر سننے میں نہ آئی۔ اسی دوران شیخ بیمار پڑ

گئے اور ان کی بیماری دن بدن بڑھنے لگی۔ شیخ کو احساس ہو گیا کہ اب ان کا آخری وقت آ گیا ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے شیخ رشید الدین کو بلایا، تا تاری شہزادے کا سارا واقعہ تفصیل سے اسے بتایا اور آخر میں وصیت کرتے ہوئے کہنے لگے:

''دیکھو بیٹا! میں شہزادے سے ملنے کے بعد اس مبارک گھڑی کا انتظار کرتا رہا لیکن شاید میری زندگی میں ایسا ہونا ممکن نہیں، اس لیے اب یہ کام میں تمہارے ذمے لگا رہا ہوں۔ تمہیں جیسے ہی شہزادے تغلق کے تخت نشین ہونے کی خبر ملے، فوراً اس کے پاس چلے جانا اور اسے میرا حوالہ دے کر اس کا وعدہ یاد دلانا۔'' اس وصیت کے کچھ ہی دنوں بعد شیخ جمال الدین کا انتقال ہو گیا۔

☆☆☆

آخر وہ گھڑی آ ہی گئی جس کا شیخ رشید الدین کو بے چینی سے انتظار تھا۔ ہر طرف سرکاری ڈھنڈورچی یہ اعلان کرتے پھر رہے تھے کہ شہزادہ ''تغلق تیمور'' کی تاج پوشی کا جشن منایا جا رہا ہے۔ شیخ رشید الدین نے جشن کے اس موقع پر بادشاہ سے ملنے کا فیصلہ کیا اور اپنے شہر سے جشن والی جگہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تا تاری اپنے جشن محلات کے بجائے کھلے میدانوں میں مناتے تھے ''تغلق تیمور'' نے بھی اس جشن کا اہتمام ایک کھلی جگہ پر کیا تھا۔ میدان میں ہر طرف شان دار خیمے نصب تھے۔ شیخ رشید الدین بادشاہ کے خیمے تک پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خیمے کے اردگرد سخت پہرہ ہے، دربانوں کے چاق و چوبند دستے نے خیمے کو گھیر رکھا تھا۔ شیخ رشید الدین ان دربانوں سے بالکل نہیں گھبرائے، ان کے سردار کے پاس پہنچے اور کہنے لگے:

''مجھے تمہارے بادشاہ سے ملنا ہے۔'' دربان نے ایک ایرانی مسلمان کو سادہ سے کپڑوں میں دیکھا تو حیران ہوتے ہوئے بولا: ''تمہیں کیا کام ہے بادشاہ سے؟'' ''مجھے ان سے ذاتی کام ہے۔'' شیخ نے اعتماد سے کہا۔

دربان نے ایک طنزیہ نظر ان پر ڈالی اور ان کو دھکے دے کر وہاں سے نکال دیا۔ مگر واپس شہر جانے کے بجائے وہ خیموں کے پاس ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ ساری رات جشن کا

ہنگامہ بپا رہا، فجر کا وقت ہوا تو شیخ اٹھے، انہوں نے وضو کیا اور بلند آواز سے اذان کہنی شروع کی: ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' خاموشی کے اس عالم میں شیخ کی آواز خوب گونجی، بادشاہ ساری رات جشن منانے کے بعد تھوڑی ہی دیر پہلے سویا تھا شیخ کی آواز نے اسے جگا دیا۔ اذان کی آواز اس کے لیے بالکل اجنبی تھی، اس کا کوئی لفظ اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ اسے شدید غصہ آیا، اس نے چیخ کر اپنے دربانوں کو حکم دیا کہ اس گستاخ کو پکڑ کر اسی وقت میرے سامنے حاضر کیا جائے۔

دربان آواز کی سمت لپکے، شیخ کو پکڑا اور مارتے پیٹتے بادشاہ کے سامنے لا حاضر کیا۔

بادشاہ غصے سے بولا:

''اے احمق فقیر، یہ تم کیا کر رہے تھے؟'' شیخ رشید الدین نے بادشاہ کے سوال کو سنا اَن سنا کر دیا اور کہنے لگے: ''اس خدا کے ایک حکم پر عمل کر رہا تھا جس کو نہ مانتا تو، اپنے باپ جمال الدین کے کہنے کے مطابق، کتے سے برا ہوتا!''

شیخ کی اس بات نے بادشاہ کے غصے کو حیرت اور تجسس میں بدل دیا۔ وہ شیخ کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ شیخ بولے: ''بادشاہ سلامت میں شیخ جمال الدین کا بیٹا ہوں، رشید الدین، یاد ہے آپ کو وہ واقعہ جب آپ شکار کر رہے تھے اور میرے والد سے آپ کا سامنا ہوا تھا۔'' یہ کہہ کر انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ نیند بادشاہ کی آنکھوں سے کوسوں دور جا چکی تھی، وہ بولا: ''اے نیک دل شخص، مجھے تمہارے والد سے کیا گیا وعدہ یاد ہے اور سچ پوچھو تو میں اسی دن کے انتظار میں تھا۔''

پھر اسی وقت بادشاہ نے شیخ رشید الدین کی رہنمائی میں اسلام قبول کر لیا۔ جیسے ہی ایران میں بادشاہ کے اسلام لانے کی خبر مشہور ہوئی، تاتاری بھی اسلام قبول کرنے لگے۔ پہلے دن ایک لاکھ ساٹھ ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ اس سے قبل کہ تاتاری اسلامی تہذیب وتمدن کا نام ونشان مٹا ڈالتے، اللہ کے دین نے ان کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ اسلام کے دشمن، اسلام کے پاسبان بن گئے۔

امراض قلب سے حفاظت:

دل اعضائے رئیسہ کا سردار ہے۔ پورے بدن کی صحت وتندرستی کا مدار قلب انسانی کی صحت اور مضبوطی پر ہے افعال قلب میں ذرا سی بھی کمی بیشی کا فوری اثر پوری بدن پر پڑتا ہے تمام انسانی جسم کو تازہ خون کی فراہمی قدرت کے اس انمول پمپ کے ذریعے ہوتی ہے۔ آج کل کے مشینی دور میں جب کہ انسانیت بڑی تیزی سے فطرت سے کٹ کر مصنوعی رنگینیوں اور غیر ضروری آسائشوں میں مبتلا ہو رہی ہے دل کے امراض میں بھی بڑی سرعت کے ساتھ اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔

تن آسانی کے علاوہ امراض قلب میں اضافہ کی ایک بہت بڑی وجہ (بلکہ اگر اسے حقیقی وجہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا) شیطانی اور دجالی فتنوں کا فروغ ہے۔ فحاشی وعریانی سماجی رابطوں کا فقدان، رشتوں کا عدم احترام وغیرہ ایسے مسائل نے روح کی بالیدگی کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور روح کی کمزوری کا براہ راست اثر دل پر پڑتا ہے۔

آئیں اپنے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور اپنی روح وقلب کے نشاط کا سامان مہیا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت اٹھا نہ رکھیں۔

دل مردہ نہیں اسے زندہ کر دوبارہ
شکار مردہ سزاوار شہباز نہیں

فتنے، برائیاں، گناہ اور شیطانی اثرات دل کو مردہ کر دیتے ہیں۔ جب دل مردہ ہو جائے تو باقی رہ کیا جاتا ہے؟

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''الا ان فی الجسد مضغة، اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب''

ترجمہ:

آگاہ رہو کہ جسم میں ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ اگر وہ ٹھیک رہے تو پورا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، خوب سمجھ لو کہ وہ ٹکڑا دل ہے۔

دل کی بیماریوں سے محفوظ رہنے کے لیے درج ذیل امور کا اہتمام کریں:

1: غذا ہمیشہ سادہ اور قدرتی استعمال کریں۔ تلی ہوئی اور مرغن خوراک سے مکمل اجتناب کریں۔

2: باقاعدگی سے ورزش کریں، خواتین عموماً اس معاملے میں بہت کوتاہی کرتی ہیں۔ ورزش کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کلب جائن کریں یا شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ صبح صبح پارک میں دوڑ لگائیں، نہیں! بلکہ آپ اپنے گھر کی چاردیواری میں رہتے ہوئے بھی ورزش کر سکتی ہیں۔ گھر کے کام کاج خصوصاً جھاڑو دینے میں تساہل نہ برتیں۔

3: اپنی نگاہ کی حفاظت کریں اور دل ودماغ کو برے خیالات کی آماجگاہ نہ بنائیں۔

4: سورہ یٰس کی تلاوت کا معمول بنائیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس سورۃ کو قرآن کریم کا دل قرار دیا ہے۔ دل سے دل کو طاقت ملتی ہے۔

5: دل کی تمام بیماریوں کے لیے درج ذیل عمل اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے:

''اَللّٰھُمَّ یَا قَوِیُّ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ قَوِّنِیُ وَقَلْبِیُ''

اے اللہ! اے طاقتور! اے تمام قدرتوں اور طاقتوں
کے مالک! مجھے اور میرے دل کو تقویت عطا فرما

اس دعا کو صحیح تلفظ کے ساتھ یاد کرلیں اور ہر نماز کے بعد داہنا ہاتھ دل کے اوپر رکھ کر سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں پھر ہاتھ پر دم کرکے دل پر تین مرتبہ پھیر لیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر قسم کے امراض قلب سے حفاظت رہے گی۔

بازار میں ایک دکان کھلی جو شوہروں کو فروخت کرتی تھی، اس دکان کے کھولتے ہی لڑکیوں اور عورتوں کا اژدہام اس دکان کی طرف چل پڑا۔ دکان کے داخلہ پر ایک بورڈ رکھا تھا جس پر لکھا تھا:

''اس دکان میں کوئی بھی عورت یا لڑکی صرف ایک مرتبہ ہی داخل ہوسکتی ہے۔''

پھر نیچے کچھ اس طرح ہدایات دی گئی تھیں کہ:

''اس دکان کی چھ منزلیں ہیں ہر منزل پر اس منزل کے شوہروں کے بارے میں لکھا ہو گا جیسے جیسے منزل بڑھتی جائے گی شوہر کے اوصاف میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ خریدار عورت کسی بھی منزل سے شوہر کا انتخاب کرسکتی ہے اور اگر اس منزل پر کوئی پسند نہ آئے تو اوپر کی منزل کو جاسکتی ہے مگر ایک بار اوپر جانے کے بعد پھر سے نیچے نہیں آسکتی سوائے باہر نکل جانے کے۔''

ایک عورت جو جوان اور خوبصورت تھی دکان میں داخل ہوئی، پہلی منزل کے دروازے پر لکھا تھا:

''اس منزل کے شوہر برسرروزگار ہیں اور اللہ والے ہیں۔''

دوسری منزل کے دروازہ پر لکھا تھا:

''اس منزل کے شوہر برسرروزگار ہیں، اللہ والے ہیں اور بچوں کو پسند کرتے ہیں۔''

تیسری منزل کے دروازہ پر لکھا تھا:

''اس منزل کے شوہر برسرروزگار ہیں، اللہ والے ہیں، بچوں کو پسند کرتے ہیں اور

بہت خوبصورت بھی ہیں۔''

یہ پڑھ کر عورت کچھ دیر کے لئے رک گئی مگر پھر یہ سوچ کر کہ چلو ایک منزل مزید اوپر جا کر دیکھتے ہیں وہ اوپر چلی گئی۔

چوتھی منزل کے دروازہ پر لکھا تھا:

''اس منزل کے شوہر برسر روزگار ہیں، اللہ والے ہیں ،بچوں کو پسند کرتے ہیں، خوبصورت ہیں اور گھر کے کاموں میں مدد بھی کرتے ہیں۔''

یہ پڑھ کر اس کو غش سا آنے لگا'' کیا ایسے بھی مرد ہیں دنیا میں؟'' وہ سوچنے لگی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اس منزل سے شوہر خرید لے اور گھر چلی جائے مگر دل نہ مانا، وہ ایک منزل اور اوپر چلی آئی۔ وہاں دروازہ پر لکھا تھا:

''اس منزل کے شوہر برسر روزگار ہیں، اللہ والے ہیں، بچوں کو پسند کرتے ہیں، بیحد خوبصورت ہیں، گھر کے کاموں میں مدد کرتے ہیں اور سسرالیوں کا خیال بھی رکھتے ہیں۔''

اب اس عورت کے اوسان جواب دینے لگے، وہ خیال کرنے لگی کہ ایسے مرد سے بہتر بھلا اور کون ہوسکتا ہے مگر اس کا دل پھر بھی نہ مانا وہ اس سے بھی اوپر والی منزل پر چلی آئی ، یہاں بورڈ پر لکھا تھا:

''آپ اس منزل پر آنے والی دس ہزارویں خاتون ہیں، اس منزل پر کوئی بھی شوہر نہیں ہے، یہ منزل صرف اس لئے بنائی گئی ہے کہ اس بات کا ثبوت دیا جاسکے کہ

''عورت کو مطمئن کرنا ناممکن ہے۔''

آگے لکھا تھا:

''ہمارے اسٹور پر آنے کا شکریہ، سامنے والی سیڑھیاں باہر کی طرف جاتی ہیں......''

کسی گاؤں میں ایک بڑا پیپل کا درخت تھا لوگ اس سے بے شمار فائدے اٹھاتے تھے، درخت کی چھال سے دوائیں بناتے اور شہر جا کر بیچتے جس سے انہیں بہت نفع ملتا یہاں تک انہوں نے اس درخت کی پوجا پاٹ شروع کر دی، اب یہ درخت شرک کا مرکز بن چکا تھا۔ وقت یوں ہی تیز رفتاری سے گزر رہا تھا کہ ایک نیک شخص اس گاؤں میں آ کر رہنے لگے، انہوں نے لوگوں کو اس درخت کی پوجا کرتے دیکھا تو آگ بگولہ ہو گئے۔ شرک کا پرچار دیکھ کر ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا، غصے سے بے قابو ہو گئے، پھر غصے کی حالت میں گھر گئے اور گھر سے کلہاڑی اٹھائی اور اس درخت کو کاٹنے کیلئے گھر سے روانہ ہوئے، ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ اچانک شیطان کے روپ میں ظاہر ہوا اور کہا: ''جناب کدھر جا رہے ہیں؟''

اس نیک شخص نے کہا کہ لوگ ایک درخت کو پوجنے لگے ہیں جو شرک ہے، اب اس درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا آپ واپس چلے جائیں اور اپنے کام سے کام رکھیں۔ یہ سن کر وہ بھڑک اٹھے اور کہا نہیں نہیں میں ہرگز ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں اس درخت کو کاٹ کر ہی واپس جاؤں گا، اگر میں یہاں سے واپس چلا گیا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دونگا؟ میں تو اسے ضرور کاٹوں گا تا کہ شرک جڑ ہی سے ختم ہو جائے۔

شیطان نے بہت تکرار کی مگر وہ نہ ماننے والے تھے نہ مانے، چنانچہ دونوں میں لڑائی ہو گئی، کچھ دیر بعد انہوں نے شیطان کو زیر کر لیا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ شیطان نے اب دوسری چال چلی، اس نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ کیا اس درخت کو کاٹنے سے دنیا سے شرک ختم ہو

جائے گا؟ ہرگز نہیں، اگر تم اس کام کو چھوڑ دو تو میں اس کے بدلے تمہیں ہر روز دس سونے کے سکے دیا کروں گا، اگر یہ سودا منظور ہے تو بتاؤ؟ شیطان کی یہ چال کامیاب ہوئی، کچھ سوچ کر انہوں نے کہا یہ سکے روزانہ تم مجھ تک ضرور پہنچایا کرنا ورنہ میں درخت کاٹ دونگا۔

شیطان نے کہا ہاں حضرت آپ کو یہ سکے ہر روز صبح سویرے آپ کے بستر کے نیچے سے مل جایا کریں گے۔ کچھ روز تک تو یہ سکے اس نیک شخص کو ملتے رہے لیکن پھر اچانک ملنا بند ہو گئے۔ انہیں بہت غصہ آیا، پھر کلہاڑی اٹھائی اور درخت کو کاٹنے کی غرض سے نکلے، راستے میں شیطان پھر ملا اور پوچھا: حضرت کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اس درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔

شیطان نے درخت کاٹے سے منع کیا، لیکن وہ نہ مانے پھر دونوں کے درمیان لڑائی ہوگئی اب کے بار شیطان کو فتح حاصل ہوئی، وہ بہت حیران ہوئے شیطان سے پوچھا پہلے تو میں نے تمہیں ہرا دیا تھا اور اب کے بار تم نے مجھے کیسے ہرا دیا؟ شیطان نے مسکراتے ہوئے کہا میاں پہلے تو جو درخت کاٹنے جا رہے تھے اس وقت تمہارا مقصد صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی تھا، اس وقت تمہاری نیت نیک اور صاف تھی، لیکن اب تمہاری نیت میں فرق آ گیا ہے۔ اس بار تم مجھ سے اس لئے مات کھا گئے کہ اب تمہارا ارادہ درخت کاٹنا نہیں بلکہ سونے کے سکے حاصل کرنا ہے، اب تم واپس چلے جاؤ ورنہ تمہاری گردن تن سے جدا کر دوں گا۔

یہ سن کر نہایت شرمندگی کی حالت میں انہیں واپس لوٹنا پڑا۔

یاد رکھیئے! اگر آپ کی نیت صحیح ہوگی تو آپ ہر کام میں کامیاب ہوں گے اگر نیت بری ہے تو پھر وہ ہی ہوگا جو اس شخص کے ساتھ ہوا۔ نیت ہی عمل کی روح ہے جس قدر نیت اللہ تعالی کیلئے خالص ہوگی اسی قدر اللہ تعالی کی مدد اور انعامات زیادہ ہونگے۔ ہمیں بھی چاہئے جو بھی کام کریں خالص اللہ تعالی کو راضی کرنے کے جذبے سے کریں۔

1. ......''بعل'' نامی بت کی پرستش کس پیغمبر کو قوم کرتی تھی؟
2. ......آنحضرت ﷺ کی تدفین کے لیے قبر مبارک کس نے کھودی؟
3. ......کامریڈ اور الہلال نامی اخبارات کے ایڈیٹر کا نام بتلائے؟
4. ......الجبر والمقابلہ نامی کتاب الخوارزمی کے علاوہ اور کس نے لکھی تھی؟
5. ......نیلوفر پھول کا معروف کا نام کیا ہے؟
6. ......سب سے ہلکی دھات کا نام بتائیں؟
7. ......باعتبار رسم الخط قرآن کریم کا سب سے لمبا لفظ کون سا ہے؟
8. ......پاکستان میں وفاق کے زیر انتظام علاقے کون کون سے ہیں؟
9. ......علامہ اقبال نے کس عالم دین کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان کا مسلمان ہونا ہی اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے؟
10. ......امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کتنے بیٹے تھے؟ نام بتائیں؟

سابقہ سوالات کے جوابات:

1	حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ	2	مزاحم
3	کوئی بھی نہیں	4	انس بن مالک رضی اللہ عنہ
5	عراق	6	ڈپٹی نذیر احمد۔علامہ راشد الخیری
7	نہیں، کیونکہ مچھلیوں کے پپوٹے نہیں ہوتے	8	۱۳۰۱ ہجری
9	یورینیم، پلاٹینم، تھوریم، ریڈیم	10	حضرت شیخ الہند، مولانا عبیداللہ سندھی

ہمارے اس دفعہ کے ونر ہیں **سہیل امجد** ،راولپنڈی ادارہ ان کو ان کی اس کاوش پر

ایک روز شاہ جی کی طبیعت ناساز ہوگئی سارے احباب عیادت کے لیے آئے میر صاحب نے پوچھا کہ شاہ جی آپ کے دشمنوں کی کیا طبیعت خراب ہے؟ فرمایا کہ میاں بیماری تو سب ہی کو آتی ہے دوست ہو یا دشمن البتہ عام لوگ دوست کے بیمار ہونے پر دل گرفتہ ہوتے ہیں اور دشمن کی بیماری پر دلشاد جب کہ دانا آدمی دوست کی بیماری پر اس کی عیادت اور اس کے لیے دعائے صحت کرتا ہے اور دشمن کی بیماری پر خود عبرت پکڑتا ہے اور دشمن کے لیے دعائے ہدایت کرتا ہے۔ میر صاحب نے کہا: ''بھائی! میں نے آپ کے اصلی دشمنوں کی بات نہیں کی تھی میں نے محاورے کے دشمنوں کی بات کی تھی مقصود یہ تھا کہ آپ کی طبیعت خراب ہے؟'' شاہ جی نے کہا کہ امیروں کی بیماریاں بلڈ پریشر، شوگر اور دل کا عارضہ ہیں جب کہ غریبوں کے امراض اسہال، بخار اور تپ دق ہیں۔ ہم فقیر آدمی ہیں تو بیماری بھی ہمارے مرتبہ و مقام کے مطابق ہی ہوگی ہمیں بخار ہوگیا تھا شکر ہے مولا کا۔

ملک صاحب بولے شاہ جی بیماری کوئی نعمت ہے جس پر شکر ادا کیا جائے؟ شاہ جی نے کہا میاں شکر اس بات پر کیا ہے کہ بخار ہی ہوا تھا کوئی خطرناک بیماری ہوجاتی تو ہم کیا کر لیتے؟ اور ویسے بھی اگر بصیرت کی نظر سے دیکھا جائے تو عام بیماری بھی ایک نعمت ہے کہ صحت کی قدر جاننے کا بہانہ بھی ہے گناہوں سے توبہ کرنے کا موقع بھی۔ احباب سے ملاقات اور تجدید تعلقات کا وسیلہ بھی دوست اور دشمن کے پرکھنے کا ذریعہ بھی اور معالجین کی روٹی پانی کے بندوبست کا سبب بھی ہے۔ البتہ یہ بات بدن کی بیماری کے لیے ہے دل اور روح کی بیماری سے خدا کی توبہ کہ

نیست بیماری چو بیماری دل

تن کی بیماری سے انسان بے چین ہوتا ہے اور دل کی بیماری سے انسان بے ایمان اور

روح کی بیماری سے ایمان فروش یا دین فروش ہو جاتا ہے۔ دولت میں خیانت کا نام بے ایمانی ہے اور دین میں خیانت کا نام ایمان فروشی۔ طبیب مریض کی کمزوری کو، وکیل اپنے موکل کی خیانت کو اور پیر مرید کی حماقت کو اچھی طرح جانتا ہے اور خداوند تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے کہ علام الغیوب ہے وہ تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے۔

میر صاحب نے کہا شاہ جی ہم آپ کی عیادت کے لیے آئے ہیں وعظ سننے نہیں آئے یہ بتائیے! ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟ آپ کو کسی چیز کی طلب ہو تو فرمائیے ہم فوراً پیش کر دیں گے۔ فرمایا ہاں یاد آیا کہیں پڑھا تھا کہ کسی اہل دل کا دوست اس کی عیادت کے لیے کئی دن کے بعد آیا اور پوچھا دوست تجھے کس چیز کی طلب ہے؟ اس اہل دل نے بڑا معنی خیز جواب دیا تھا کہ مجھے دل بریاں کی طلب ہے۔ کسی اہل نظر نے کہا تھا کہ ایک پڑوسی اپنے ہمسائے کی عیادت اس احساس تفوق کے نشے میں سرشار ہو کر کرتا ہے کہ ہمارا ہمسایہ بیچارا بے بس پڑا ہے۔

ملک صاحب نے کہا ایک بہرے شخص کے پڑوسی کو ملیریا بخار ہو گیا اس بہرے نے سوچا کہ پڑوسی کی عیادت کرنا ضروری ہے لیکن میں بہرا ہوں اس کی بات سن نہیں سکتا اس لیے صرف چند باتیں کہوں گا، کہ تمہارا کیا حال ہے، یقیناً وہ کہے گا، اب بہتر ہے، میں جواب میں کہوں گا، اللہ کا شکر ہے۔ میں پوچھوں گا کہ کیا کھایا تھا، وہ کہے گا کھٹائی کہ ملیریا بخار میں کھٹی چیزیں کھانے کو بڑی طبیعت چاہتی ہے میں کہوں گا انشاء اللہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ بہرا شخص پڑوسی کی عیادت کے لیے گیا پوچھا: کیا حال ہے؟ وہ بڑی تکلیف میں تھا بولا کہ مر رہا ہوں۔ بہرے نے کہا: شکر الحمد للہ۔ پڑوسی بہت حیران ہوا۔ بہرے نے پوچھا کہ کیا کھایا تھا؟ اس نے غصے سے کہا کہ زہر۔ بہرے نے کہا: بہت اچھا۔ بہرے نے پوچھا: کیا آپ کو کسی چیز کی طلب ہے؟ اس نے نہایت غصے کے عالم میں کہا: جی ہاں موت کی طلب ہے۔ بہرے نے کہا: ان شاء اللہ آپ کی یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ یہ لطیفہ سن کر سب ہنس پڑے اور ماحول خوش گوار ہو گیا۔

ماں: بیٹا صبح جلدی اٹھ جایا کرو دیکھو جو پرندے صبح جلدی گھر سے نکلتے ہیں انہیں کھانے کیلئے کیڑے مکوڑے مل جاتے ہیں۔

مُنا: جو کیڑے صبح جلدی اٹھتے ہیں یہ سزا بھی تو انہیں ہی ملتی ہے ناں!

لبینہ خبیب، سرگودھا

ایک شخص: یہ لڑکا تمہارا کیا لگتا ہے۔

دوسرا: یہ میرا دور کا بھائی ہے۔

پہلا: دور کے بھائی سے تمہاری کیا مراد ہے؟

دوسرا: میرے اور اس کے درمیان دس بھائیوں کا فاصلہ ہے۔

فاطمہ، خانیوال

بیوی: آپ نے جو گلاب کی قلم لگائی تھی، اس کی جڑ ابھی تک پیدا نہیں ہوئی۔

میاں: تمہیں کیسے معلوم؟

بیوی: میں روزانہ اس کو نکال کر دیکھتی ہوں۔

حنظلہ حقانی، لاہور

ہاسٹل میں رہنے والے ایک دوست نے دوسرے سے پوچھا:

''کیا بات ہے، تم بہت پریشان ہو؟'' دوسرے نے جواب دیا:

''کیا بتاؤں یار، میں نے گھر والوں کو خط لکھا تھا کہ ٹیبل لیمپ خریدنے کے لیے 500 روپے بھیج دیں، انھوں نے ٹیبل لیمپ بھیج دیا۔''

محمد حزقیل، لاہور

باپ: بیٹا! میں آپ کے لیے دوسری امی لے آؤں؟

بیٹا: وہ مجھے اسکول جانے کے لیے تو نہیں کہیں گی ناں!

محمد سمعان، گوجرانوالہ

ایک کنجوس آدمی اپنی بائیں آنکھ پر ہاتھ رکھ کر جا رہا تھا۔ ایک شخص نے پوچھا:
"بھائی! آنکھ کو کیا ہوا؟" اس نے جواب دیا:
"کچھ بھی نہیں! جب ایک آنکھ سے کام چل جاتا ہے تو دوسری کیوں استعمال کروں۔"

محمد بن نعیم بلوچ، لیہ

ایک آدمی اپنے ہمسائے سے اس کا گدھا مانگنے لینے کے لیے گیا تو اس نے کہا کہ گدھا تو گھر پر نہیں ہے۔ اس نے سوچا ہو سکتا ہے کہ اس کا بیٹا یا بھائی اس کا گدھا لیکر گیا ہوا ہو۔ وہ واپسی کے لیے مڑا تو گھر کے اندر سے گدھے کی آواز آئی۔ اس نے پلٹ کر اپنے ہمسائے سے کہا کہ تم تو کہہ رہے تھے کہ گدھا گھر پر نہیں ہے جبکہ وہ اندر ہی ہے۔

ہمسایہ بولا: کمال ہے یار تم گدھے کی بات کا اعتبار کرتے ہو اور میرا اعتبار نہیں کرتے ہو۔

عاصمہ خان، لاہور

ایک مشہور اداکار، اپنے مداحوں کو آٹو گراف دیتے ہوئے تنگ آ گیا تھا اور اس کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ اس حالت میں جب ایک صاحب نے آٹو گراف بک آگے بڑھائی تو اس نے اس بک پر گدھے کی تصویر بنا دی۔ یہ دیکھ کر وہ صاحب بڑی متانت سے بولے: "جناب میں نے آپ سے آٹو گراف مانگا تھا فوٹو گراف نہیں۔"

مدیحہ، کرن، ماریہ، بہاولنگر

بیوی شوہر سے: آج سے اس ڈرائیور کی چھٹی کرا دیں یہ گاڑی بڑی بے احتیاطی سے چلاتا ہے۔ آج تو اس نے مار ہی دیا تھا، خدا کا شکر ہے کہ میں بال بال بچ گئی۔ خاوند بولا: اس کو کم از کم ایک موقع تو اور دیجیے۔

عروج بنت یاسر، کوئٹہ

بات کرتے ہو تم جو رونے کی
ہم کو رونا اسی پہ آتا ہے
قدرت اللہ

ابھی تو قید میں ہیں جذبوں کی آندھیاں دل میں
لیکن ہمارا جو صبر ٹوٹا تو قیامت ہو گی
معاذ حقانی، لاہور

ترے شیشے میں مے باقی نہیں ہے
بتا کیا تو مرا ساقی نہیں ہے؟
سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے، یہ رزاقی نہیں ہے
محمد نعیم، لاہور

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
یاسرہ کنول

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی رہرو منزل ہی نہیں
حافظہ ام مکتوم، لاہور

کشتی جاں تو بھنور میں ہے کئی برسوں سے
اے خدایا اب تو ڈبو دے یا کنارا لا دے مجھے
اسامہ حقانی، لاہور

وہ جنکے خوں سے اب تک چمن زاروں میں رونق ہے
ہمیں وہ لوگ دنیا کی محبت سے مقدم ہیں
شہاب الدین غوری، شیخوپورہ

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
مصباح شفیق، خانیوال

وہ سجدہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب
حافظ محمد ثاقب، فاروق آباد

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انسان
اویس طارق، فیصل آباد

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے
شبانہ یسین، ٹوبہ

دل میرا جس سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا
بت کے بندے تو ملے خدا کا بندہ نہ ملا
علی وحید، لاہور

دن وہی دن ہے شب وہی شب ہے
جو تیری یاد میں گزر جائے
رومان اللہ، پشاور

کچھ اور مانگنا میرے مسلک میں کفر ہے
لا ہاتھ ڈال دے میرے دست سوال میں
فاطمہ بی بی

میں خاک نشیں ہوں میری جاگیر مصلی
شاہوں کو سلامی میرے مسلک میں نہیں
شجاع الرحمٰن، مالاکنڈ

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں
ام حبیبہ، گجرات

دو رنگی چھوڑ یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو جا یا سنگ ہو جا
نبیلہ کوثر، راولپنڈی

جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے
ام مقدس، قصور

جو اخلاق محمد ﷺ سے کریں آراستہ خود کو
وہی بندے فرشتوں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں
عامر فرحان، لیہ

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے
حفیظ اللہ، اسلام آباد

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف
حافظ شبیر احمد، بندوکے

ازل سے رچ گئی ہے سربلندی اپنی قسمت میں
ہمیں کٹنا تو آتا ہے مگر جھکنا نہیں آتا
بنت عبداللہ گورایہ

عجب چیز ہے عشق شاہ مدینہ
یہی تو ہے عشق حقیقی کا زینہ
عائشہ صدیقہ، ڈیراں نگاواں

بڑی مدت سے ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ
گل بہار، اوکاڑہ